اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
- ماہ رمضان کے فضائل وبرکات
- ہندوستان کے لئے نئے چیلنجز
- اردو میں تبصرہ نگاری کی اہمیت
- مسلمانوں کا تابناک ماضی اور...
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون: مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 — مورخہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۱ اپریل ۲۰۲۲ء روز سوموار — شمارہ نمبر 15

بین السطور

زکوٰۃ: اسلام کا اہم رکن

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اسلام کا نظام معیشت عدل وانصاف پر مبنی ایسا کامل ومکمل نظام ہے، جس کی نظیر دنیا کے کسی قدیم وجدید نظام میں نہیں ملتی۔ یہ نظام خشک وبے جان نظریات پر مبنی نہیں؛ بلکہ اس کی جڑیں دل وجذبات سے لے کر عمل تک اور معاشرہ کی نچلی سطح سے لے کر اوپری سطح تک پیوست ہیں، جس میں جبر واستبداد اور ظلم وجور کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام پہلے انسانی زندگی پر احکم الحاکمین کا دبدبہ قائم کرتا ہے اور اس کے احسانات یاد دلاتا ہے، اور انسانی ذہنوں میں یہ راسخ کرتا ہے کہ تمہارے پاس جو مال ودولت ہے وہ سب رب العالمین کا عطیہ ہے، یہ مال درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہے جو بطور امانت تمہارے سپرد کیا گیا: ﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ (النور:۳۳) اور اللہ کے اس مال میں سے انہیں دو جو اس نے تمہیں عطا کیا؛ لیکن اسلام انسانوں کو اپنے مال ومتاع کی مالکیت سے کمیونزم کی طرح محروم بھی نہیں کرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کا انتساب بار بار انسان کی طرف کیا ہے؛ تاکہ انسان کی خود اعتمادی اور جذبہ مسابقت نہ صرف یہ کہ محفوظ رہے بلکہ پروان چڑھتا رہے، ارشاد باری ہے:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (البقرہ:۲۶۲)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کے بہت سارے حصے ہیں؛ لیکن ان میں اہم ترین شعبہ زکوٰۃ ہے، یہ اسلام کا تیسرا رکن اور اہم ترین فریضہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ محض اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک دو جگہ نہیں بلکہ ۸۲ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے، ﴿أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ سے پورا قرآن بھرا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان میں ﴿يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ بار بار آیا ہے۔ اس موضوع پر احادیث حد تواتر تک پہنچی ہیں، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ نماز کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ دین کا خلاصہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے، پہلے کا عنوان نماز ہے اور دوسرے کا زکوٰۃ۔ ان کی بھرپور انداز میں تکمیل کے بعد ہی اقامت دین کا تصور کیا جاسکتا ہے؛ بلکہ ایک روایت میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی نماز بھی مقبول نہیں ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

﴿لا يقبل الله تعالى صلوة رجل لا يؤدي الزكوة حتى يجمعهما فإن الله تعالى قد جمعهما فلا تفرقوا بينهما﴾ (کنز العمال ۶/۲۹۵) کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ ان دونوں کو جمع کرے یعنی نماز اور زکوٰۃ دونوں ادا کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔

زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنے نفس کو بخل، خود غرضی، انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساوت سے پاک وصاف کرکے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ (توبہ:۱۰۳) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے آپ اس کے ذریعہ انہیں پاک وصاف کردیں گے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ فقراء، ضعفاء اور حاجت مندوں کی حاجت روی کی جائے، جس کی وجہ سے پاکی وروحانیت اور خیر وبرکت کا ظہور ہوگا۔ ﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً﴾ (البقرہ:۲۴۵) کون شخص ہے جو اللہ کے لئے قرض حسن (زکوٰۃ وصدقات) دیتا ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس شخص کے لئے بہت زیادہ بڑھا دے۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہر شخص کے پاس اپنی لازمی ضروریات کی تکمیل کے لئے کچھ نہ کچھ مال ہو، معاشرے میں کوئی بھوکا یا ننگا نہ رہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿إن الله فرض على الأغنياء في أموالهم بقدر ما يكفي فقراءهم وإن جاعوا وعروا وجهدوا فبمنع الأغنياء، وحق على الله أن يحاسبهم يوم القيامة ويعذبهم عليه﴾

کہ اللہ تعالیٰ نے مالدار لوگوں پر ان کے مال میں اس انداز سے زکوٰۃ فرض قرار دیا ہے جو فقیروں کے لئے کافی ہوجائے، اب اگر فقراء بھوکے، ننگے رہتے ہیں یا تکلیف میں رہتے ہیں تو یہ مالدار لوگوں کے زکوٰۃ نہیں ادا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان سے محاسبہ کرے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرنے پر عذاب دے۔

زکوٰۃ کے جو متعدد مصالح اور اس کے فوائد ذکر کئے گئے، ان کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کی وصولیابی اور تقسیم کیلئے ایک اجتماعی نظام موجود ہو، اس لئے کہ فرضیت زکوٰۃ کے احکام ومصالح کی عمارت اسی پر کھڑی ہے۔ جس طرح نماز، روزہ اور حج میں اجتماعیت کی روح کارفرما ہے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے، روزہ کی فرضیت پوری دنیا کے مسلمانوں پر ایک ہی مہینے میں ہے، مناسک حج کی ادائیگی بھیڑ واژدہام، دشواری وپریشانی کے باوجود چند مخصوص ایام ہی میں کرنی ہے، ٹھیک اسی طرح زکوٰۃ بھی ایک اہم ترین عبادت ہے اور اس کیلئے بھی اسلام نے ایک اجتماعی طریقہ کار مقرر کیا ہے کہ امیر کے تحت بیت المال قائم ہو، وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور مستحقین تک باعزت طریقے پر پہنچائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ (التوبہ:۱۰۳) کہ اے پیغمبر آپ مسلمانوں کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے اس کے ذریعہ ان کو پاک اور صاف بنائیے۔ یہ آیت کریمہ واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ صاحب نصاب مالداروں سے زکوٰۃ وصول کیجئے؛ یعنی زکوٰۃ کی وصولی امام کے ذریعہ ہو اور امام وامیر کے تحت حسب مصالح زکوٰۃ کی رقم مصارف زکوٰۃ میں صرف ہو، اور "خذ" میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے وہ "خطاب مواجہہ" ہے؛ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم تحریر فرماتے ہیں: ﴿وخطاب مواجهة للنبي صلى الله عليه وسلم وهو جميع أمته في المراد سواء﴾ (نووی ۱/۳۸) اور خذ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خطاب ہے وہ "خطاب مواجہہ" ہے، اس لئے حکم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں۔

زکوٰۃ کے اجتماعی نظام سے زکوٰۃ کی وصولی زیادہ سے زیادہ مقدار میں ہوسکے گی اور زیادہ سے زیادہ ضرورت مند افراد کا تعاون ممکن ہوسکے گا۔ لوگوں کا تعاون ان کی ضرورت کے لحاظ سے ہوگا، محتاج اور ضرورت مند لوگ سوال کرنے کی ذلت سے بچ سکیں گے۔ زکوٰۃ کی رقم کوڑیوں میں بٹنے کے بجائے حسب ضرورت لوگوں کو ایک جگہ سے مل جائے گی، ان لوگوں تک بھی زکوٰۃ پہنچ جائے گی جن کی زبانیں حیا وخودداری کی وجہ سے بند رہتی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

صدقۂ فطر فی کس کم از کم پچاس (۵۰) روپے ادا کریں

مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا اعلان

حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ نے اعلان کیا ہے کہ صدقۂ فطر کی مقدار فی کس نصف صاع گیہوں، ایک صاع کھجور، کشمش، پنیر اور ایک صاع جو ہے، نصف صاع موجودہ رائج وزن کے اعتبار سے ایک کیلو چھ سو بانوے (1,692) گرام کے برابر ہوتا ہے، اور ایک صاع تین کیلو تین سو چوراسی (3384) گرام کے برابر ہوتا ہے؛ اس لیے جو مسلمان صاحب نصاب ہیں اور صدقۂ فطر میں گیہوں، کھجور، کشمش، پنیر یا جو نکالنا چاہتے ہیں وہ اس وزن کا اعتبار کرکے صدقۂ فطر ادا کریں۔ اور جو حضرات نقد رقم کی شکل میں ادا کرنا چاہتے ہیں، وہ اس کی قیمت بھی متعین کرکے دے سکتے ہیں۔ اپنے شہر اور علاقہ کے بازار میں فروخت ہونے والے گیہوں، کھجور، کشمش، پنیر اور جو کی قیمت معلوم کرلیں، اور اسی حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں۔ ان دنوں پھلواری شریف، پٹنہ کے بازار میں اوسط درجہ کے ایک کیلو چھ سو بانوے (1,692) گرام گیہوں کی قیمت 50/ روپے ہیں۔ ایک صاع کھجور کی قیمت 1015 روپے، ایک صاع کشمش کی قیمت 950 روپے، ایک صاع پنیر کی قیمت 1270 روپے، ایک صاع جو کی قیمت 170 روپے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان صاحب نصاب شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر فی کس مذکورہ اشیاء کی قیمتوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے اعتبار سے ادا کریں۔

اچھی باتیں

"تمام بیماریوں میں سب سے خطرناک بیماری حسد ہے یہ وہ بیماری ہے جو آپ کی روح کو نقصان پہنچاتی ہے، ۱۔ کسی کی اصلیت دیکھنی ہو تو اس سے اختلاف کرکے دیکھو "اختلاف" شخصیت کا آئینہ ہے، ۲۔ کسی کے راز تلاش نہ کرو، مل جائے تو فاش نہ کرو، ۳۔ درخت پر اوقات سے زیادہ پھل لگ جائیں تو اس کی ڈالیاں ٹوٹنا شروع ہوجاتی ہیں، انسان کو اوقات سے زیادہ مل جائے تو وہ رشتوں کو توڑنا شروع کردیتا ہے، انجام یہ ہوتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے محروم ہوجاتا ہے۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"وزیر اعلیٰ نے کہا کہ قانون کے خلاف کر رہے ہیں [illegible]"

اللہ کی باتیں ــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

صدقہ کا بہترین مصرف

''اصل حق ان ضرورت مندوں کا ہے جو اللہ کے راستہ میں گھرے ہوئے ہیں، وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے، دست سوال نہ پھیلانے کی وجہ سے ناواقف لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں، تم ان کو ان کے چہرہ سے پہچان سکتے ہو تم جو بھی مال خرچ کروگے، اللہ اس سے واقف ہے'' (سورۃ بقرہ: ۲۷۳)

وضاحت: جب مکہ کے مہاجرین صحابہ مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہوئے تو انہوں نے اللہ کی بندگی اور حصول علم کے لئے اپنی زندگی وقف کردی، تجارت اور حصول مال کے اسباب وذرائع ان سے منقطع ہوگئے، وہ اپنی ضرورت وحاجت کے باوجود فقر وفاقہ کی حالت میں خودداری کا اعلیٰ معیار قائم کیا کہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں تھے، دولت مندان محتاج صحابہ کی خودداری کی وجہ سے ان کے حال سے ناواقف تھے، امام رازیؒ نے لکھا کہ اصحاب صفہ صاحب احتیاج ہونے کے باوجود اس لئے سوال نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو تکلیفوں میں مبتلا کرکے سوال سے باز رہنے کی طاقت رکھتے تھے، کیونکہ جو شخص زبان سے خاموش رہتا ہے، لیکن اپنی حاجت سے فقر وفاقہ کا اظہار کرتا ہے تو اس کی یہی خاموشی حاجت واصرار کا سوال ہے، حاجتوں کا ظہور حاجت پر دلالت کرتا ہے اور خاموشی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کے پاس حاجت کے پورا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں، اس لئے جب انسان کسی کی یہ حالت دیکھتا ہے تو ان کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کو دینے پر مجبور ہوجاتا ہے اس لئے یہ حالت خود حاجت واصرار کا سوال ہے، پس جب خدا یہ کہتا کہ اصحاب صفہ لوگوں سے حاجت واصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ زبان سے تو سوال ہی نہیں کرتے، لیکن اس کے ساتھ اپنے پھٹے حال کا بھی اظہار نہیں ہونے دیتے جو حاجت کے ساتھ سوال کرنے کا قائم مقام ہے، بلکہ لوگوں کے سامنے نہایت اچھی حالت میں نمایاں ہوتے ہیں اور اپنے فقر وفاقہ سے خدا کے سوا کسی کو واقف نہیں ہونے دیتے (تفسیر ابن کثیر، ج:۲، بحوالہ سیرۃ النبی، ج:۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدقات وخیرات کے بہترین مصرف وہ لوگ ہیں جو دین اور علم دین کی خدمت میں مشغول ہوں جیسے علماء، طلبہ اور دعوت دین کا کام کرنے والے دوسرے دعاۃ و مصلحین جو کھلے عام مانگنے والوں کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو دینا بہتر ہے، جن میں خودداری ہو اور وہ سوال کرنے سے بچتے ہوں، مدارس ومکاتب میں صدقہ وخیرات کرنے سے دو فائدے حاصل ہوں گے، ایک مستحق زکوۃ غریب ونادار طلبہ ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے اشاعت دین کو عام کرنے کا اجر وثواب کی حیثیت سے، اس لئے مالداروں اور اصحاب ثروت کو چاہئے کہ مدارس کے کو مالی حیثیت سے مضبوط بنائیں۔ تاکہ وہ دین اور علم دین کی اشاعت یکسوئی کے ساتھ کرسکے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیجئے

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے'' (مسلم شریف)

وضاحت: یاد رکھئے کہ رمضان المبارک کا ہر لحہ اور اس کی ہر گھڑی بے انتہا خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، ہمہ دم اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، لیکن اس کا آخری عشرہ اس حیثیت سے بابرکت ہے کہ اسی عشرہ کی طاق راتوں میں وہ بابرکت رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اسی عشرہ میں اعتکاف بھی ہے جہاں مومن بندہ اپنے دل کو اللہ کے ساتھ وابستہ کرلیتا ہے، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اعتکاف کی روح دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہوجانا اور مخلوقات سے الگ ہوکر صرف ایک خدا کی یاد میں مشغول ومنہمک ہوجانا، اسی کی سوچ وفکر یہی تذکرے، اسی کی بات چیت یہاں تک کہ انسان کے دل ودماغ پر خدا ہی کا تصور چھا جائے اور اسی کی یاد میں سما جائے اور بجائے مخلوق کے خالق ہی سے دل لگنے لگے (زاد المعاد، جلد اول) اسی لئے جب ماہ رمضان کے آخری دس دن شروع ہوجائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے تھے اور رات رات بھر عبادت میں مصروف رہتے، گھر کے لوگوں اور خویش واقارب کو بھی جگاتے تھے تاکہ اللہ کی یاد سے اپنے دلوں کو منور کریں، عبادت، ذکر وتلاوت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسجد کے کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاتے اور خوب عبادت وریاضت فرماتے، مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، چھوٹے خیمہ کیا اس اعتکاف کے دوران سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا تو میں لیلۃ القدر تلاش کرتا رہا، پھر میں نے دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا تو مجھ سے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ لیلۃ القدر تو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، اب جو میری سنت کی اتباع میں اعتکاف کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے، اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے، اس کے علاوہ پہلے عشرہ اور دوسرے عشرہ کا اعتکاف مستحب ہے، اس لئے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ جس مسجد میں پانچوں وقت باجماعت نماز ہوتی ہے وہاں اعتکاف کریں۔

دینی مسائل

مفتی احکام الحق قاسمی

سونا چاندی اور روپے کی زکوۃ:

وجوب زکوۃ کے لئے سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟ روپئے کتنی مقدار میں ہوں تو زکوۃ دینی ہوگی؟

الجـــــواب و باللہ التوفـــــــــــیق

سونا کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۷ گرام اور ۴۸۰ ملی گرام ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی ۶۱۲ رگرام اور ۳۶۰ رملی گرام ہے، اگر کسی کے پاس دونوں اپنے اپنے نصاب کے بقدر یا اس سے زائد ہوں تو دونوں کی زکوۃ نکالی جائے گی، اور اگر دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہوں تو ایسی صورت میں سونا کی قیمت کے ذریعہ چاندی کا نصاب پورا کیا جائے گا اور پوری مالیت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

اور اگر صرف سونا یا صرف چاندی ہو جس کا نصاب پورا نہ ہو لیکن اس کے ساتھ نقد رقم بھی ہو جس کو شامل کر کے نصاب پورا ہوجاتا ہو تو ایسی صورت میں روپے کے ذریعہ نصاب مکمل کرلیا جائے گا اور زکوۃ واجب ہوگی اور اگر نصاب پورا کرنے کے بقدر روپے نہ ہوں تو صرف سونا یا صرف چاندی جو اپنے نصاب سے کم ہو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی خواہ سونا کی قیمت چاندی کے نصاب سے بڑھ کیوں نہ جائے۔

اور اگر کسی کے پاس سونا چاندی کچھ بھی نہ ہو لیکن اتنی رقم موجود ہو جس کے ذریعہ ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے اور اس رقم پر سال پورا ہوگیا ہو تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

زیورات کی زکوۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

ہمارے پاس کچھ زیورات ہیں جن کی زکوۃ ادا کرنی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ان زیورات کی کس قیمت کا اعتبار کریں؟ قیمت خرید کا یا قیمت فروخت کا کیونکہ دونوں کی قیمت میں فرق ہے۔

الجـــــواب و باللہ التوفـــــــــــیق

سونا اور چاندی کے زیورات خواہ استعمالی ہوں یا غیر استعمالی سب میں زکوۃ ہے بشرطیکہ وہ مقدار نصاب ہوں، زیورات میں ادائے گی کے دن ان کی جو قیمت فروخت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اور کل قیمت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ

میں ایک تجارت پیشہ آدمی ہوں، زکوۃ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن کس طرح زکوۃ ادا کروں سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کیونکہ ایک تو سامان تجارت ہے جو دوکان میں موجود ہے دوسرا بینک میں جمع کچھ رقم ہے، کچھ رقم گراہکوں کے ذمہ ہے جس کو وہ حسب سہولت ادا کرتے ہیں، اور کچھ رقم میرے ذمہ لون کی شکل میں ہے۔ ایسی صورت میں زکوۃ کی ادائے گی کی شکل کیا ہوگی؟

الجـــــواب و باللہ التوفـــــــــــیق

زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس تاریخ میں آپ زکوۃ ادا کر رہے ہیں اس تاریخ میں اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، سونا چاندی دوکان میں موجود تجارتی سامان سب کی مجموعی قیمت اس دن کے مارکیٹ کی قیمت کے اعتبار سے جوڑ لیں، اگر لوگوں کے ذمہ بقایا رقم ہو جس کی وصولی کی امید ہو اس کو بھی اس کے ساتھ شامل کرلیں، اس کے بعد اپنے ذمہ جو قرض ہے جس کو اسی سال ادا کرنا ہو تو اس کو منہا کرلیں اسی طرح اگر سرکاری یا غیر سرکاری چند سالوں میں قسط وار ادا کئے جانے والا قرض ہو تو اس سال کے قسط کو منہا کرلیں اس کے بعد جو رقم بچے اس میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار میں پچیس روپئے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کریں۔

روزہ کا فدیہ کس پر ہے اور اس کی مقدار کیا ہے؟

رمضان کے روزوں کا فدیہ کس پر ہے اور اس کی مقدار کیا ہے؟ جواب سے نوازیں

الجـــــواب و باللہ التوفـــــــــــیق

قرآن کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے ''وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (البقرہ) جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں خواہ پیرانہ سالی کی وجہ سے ہو یا کسی ایسے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جس میں روزہ رکھنا صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہو اور بعد میں بھی شفایابی کی کوئی امید نہ ہو ایسے آدمی کے لیے حکم یہ ہے کہ فدیہ ادا کرے یعنی ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔

فدیہ میں ایک صدقۂ فطر کی مقدار گندم یا جو یا ان دونوں کی قیمت بھی ادا کرسکتے ہیں، گندم نصف صاع (ایک کلو ۶۹۲ گرام) ہے جبکہ جو ایک صاع (تین کلو ۳۸۴ رگرام) ہے، نصف صاع گیہوں کی قیمت تقریباً پچاس روپئے ہے اور ایک صاع جو کی قیمت ایک سو ستر (۱۷۰) روپئے ہے؛ اگر فدیہ گیہوں کی قیمت کے ذریعہ ادا کرتے ہیں تو یہ اتنا کم ہے کہ اس سے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلایا نہیں جاسکتا ہے جو قرآن کا مطلوب ہے، البتہ جو کی قیمت کے ذریعہ فدیہ ادا کیا جائے تو پیٹ بھر کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے اور قرآنی حکم کے پیش نظر احتیاط اسی میں ہے کہ فدیہ ایک صاع جو کی قیمت (۱۷۰) روپئے کے ذریعہ ادا کیا جائے یا اتنی رقم دی جائے جس سے ایک مسکین دو وقت پیٹ بھر کھانا کھاسکے۔۔۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلدنمبر 62/72 شمارہ نمبر 15 مورخہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۱راپریل ۲۰۲۲ء روز سوموار

عظمت والامہینہ

سال مہینوں میں، مہینے ہفتوں میں، ہفتے دنوں میں گذر گئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے رمضان کا مبارک مہینہ پھر ایک بار اپنی رحمتوں، برکتوں اور تجلیات ربانی کے ساتھ سایہ فگن ہوگیا، اس ماہ کے ابتدا سے ہی روحانیت ونورانیت کی بارش ہونے لگتی ہے، پھر دلوں پر سکینت طاری ہو جاتی ہے، ایمان میں تازگی وشگفتگی اور نیکی کے کاموں میں نشاط کی لہر دوڑ جاتی ہے ،مسجدیں ذکر وتسبیح اور نمازیوں سے بھر جاتی ہیں ،ادھر اللہ کی طرف سے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے، پھر بندہ ان اعمال خیر اور روزہ کی برکت سے اللہ سے اتنا قرب حاصل کرلیتا ہے کہ اللہ جل شانہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اور اپنی خاص رحمت نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور رحمت ومغفرت کے مژدہ کے ساتھ آگ سے نجات کا فیصلہ فرمادیتے ہیں۔حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اللہ سے اجر وثواب کی امید پر ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیے گئے۔" من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔" نبوت کی دوررس نگاہ نے روزہ کے لیے دو شرطیں بیان کی ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ روزہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے رکھا جائے، دوسری شرط یہ ہے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں قدم قدم پر اپنا محاسبہ کرتا رہے۔کہ کہیں اس سے شریعت کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی ہے، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک صرف وہ روزہ مقبول ہے، جو ایمان واحتساب کے جذبے کے ساتھ رکھا جائے۔علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ روزہ بندے اور پروردگار کے درمیان ایک راز ہے، جسے صرف وہی جانتا ہے کہ بندے نے جذبات کے تلاطم سے اپنے کو بچایا، دل وزبان کو محفوظ رکھا، بھوک کے مارے جان پر بن رہی ہے، لذیذ کھانا حاضر ہے، چاہے تو کھا سکتا ہے، مگر نہیں کھاتا، ٹھنڈے میٹھے مشروب موجود ہیں، مگر اس کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھاتا، کیوں کہ بندے نے اپنے مالک سے خاموش عہد وپیمان کیا ہے کہ ہم تیری رضا وخوشنودی کی خاطر حلال وپاک غذائیں بھی تیری اجازت اور حکم کے بغیر نہیں کھاسکتے ،تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ تیرے حرام کیے ہوئے کاموں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں، جب بندہ تقویٰ کے اس معیار پر پہونچ جاتا ہے تو قرآن اس کو متقی وپرہیزگار کہتا ہے، اور اللہ کی طرف سے منادی اعلان کرتا ہے کہ جاؤ ہم نے تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کردیا، بیہقی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے آداب کی رعایت کی اور جن چیزوں سے بچنا چاہئے ان سے بچتا رہا تو یہ روزے گذشتہ زندگی کا کفارہ ہو جائیں گے۔گویا یہ مقدس مہینہ خالق کائنات کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے، پس خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس بابرکت مہینہ اور موسم بہار کی قدر کی ،اپنی زندگی کی قیمت سمجھی اور اس مہینہ کو ذکر وتلاوت، عبادت وریاضت ،صبر واستقامت اور زہد وطاعت میں گذارا، اور بدنصیب ہیں وہ لوگ ،جنہوں نے اس ماہ مبارک کو فضول گوئی ،بدکلامی اور لغویات میں گنوادیا، حدیث میں فرمایا گیا:" من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃفی ان یدع طعامہ و شرابہ۔" جوشخص روزہ رکھ کر بیہودہ باتیں اور لغو حرکتیں نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔روزہ داروں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو بات بات پر غصہ آتا ہے ،مزاج میں چڑچڑے پن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، یہ بات اچھی نہیں، روزہ بندگی، شکستگی اور درماندگی کی چیز ہے، اس میں تواضع پیدا ہونی چاہئے ،یہ روزہ کے منافی عمل ہے، اور یہ نہ دیکھئے کہ گناہ کتنا چھوٹا ہے، بلکہ یہ غور کرنے کا خوگر بنائیے کہ جس کی نافرمانی کی جارہی ہے، وہ کتنا بڑا ہے، لہٰذا وہ روزہ جو تقویٰ کی روح سے خالی ہو، اللہ کو ناراض کرنے کا باعث ہوتا ہے۔روزہ ایک ایسی عبادت ہے، جس میں ایک محدود وقت تک کھانے پینے اور خواہشات نفس سے پرہیز کیا جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہوا کہ جہاں سے اس کی ابتداء ہو وہاں بھی کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا عمل پایا جائے تاکہ کھانے کے بعد سے روزہ شروع ہو اور دوسرے کھانے پر ختم ہو جائے۔جس کھانے سے روزہ کی ابتدا ہوتی ہے، اس کو سحری کہتے ہیں ،اس کے ذریعہ انسان کو روزہ رکھنے میں طاقت ملتی ہے اور حدیث میں اس کھانے کو برکت کا کھانا کہا گیا ہے۔جب شام کے وقت روزہ مکمل ہو جائے تو افطار کے ذریعہ روزہ کھولا جائے ،مگر وہ وقت دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے، جب کوئی بندہ احساس ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے دست دراز ہوتا ہے تو اللہ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔حدیث میں ہے کہ افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا ہوتی ہے۔اس ماہ مبارک میں دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہئے ،دعاء ماثورہ ،کلمۂ توحید کا کثرت سے ورد کرنا چاہئے۔اس مبارک ماہ کو قرآن سے خاص نسبت ہے، اسی ماہ میں قرآن اتارا گیا، اس لیے قرآن کی تلاوت کا بھی خصوصی طور پر اہتمام کرنا چاہئے، اور اس مہینہ کی برکتوں کو پوری طرح وصول کرنا چاہئے۔اس کے ایک لمحہ کی قدر کیجئے اور اللہ سے معافی کے طلب گار بنے رہئے اللہ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی قدر کی توفیق بخشے۔

دارالقضاء۔ مسائل کے حل کی شرعی جگہ

اللہ رب العزت نے انسانوں کی فطرت یہ بیان کیا ہے کہ وہ بہت سارے معاملات میں عجلت پسند اور جھگڑالو واقع ہوا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر مشتعل ہونا، آپے سے باہر ہو جانا، برا بھلا کہنا عام سی بات ہے، اس لئے اسے حکم دیا گیا کہ وہ جھگڑے لڑائی نہ کرے، اس سے تحریکیں ناکام ہوتی ہیں، کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اور لوگوں کے اندر سے رعب ودبدبہ ختم ہو جاتا ہے، اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اسے نقصان پہونچانے میں حوصلہ مند ہو جاتے ہیں اور باہم جھگڑا کرنے والے پر قابو پالینا آسان ہو جاتا ہے؛ اس لیے ہر حال میں لڑائی جھگڑوں سے بچنا چاہیے، تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، جس کا اسلامی اصطلاحی نام صبر ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کئی بار اعلان کیا کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں، اللہ ان کے ساتھ ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ جس کے ساتھ ہوگا، اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست سے دوچار نہیں کرسکتی۔

لیکن ان تمام احتیاط کے باوجود اگر جھگڑا ہو ہی جائے تو اسے خدائی احکام وفرمان کے مطابق ہی حل کرانا چاہیے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اگر کسی معاملے میں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وہدایت اور طریقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب فیصلہ ہو جائے تو دل میں گرانی نہ ہو اور فیصلے کو برضا ورغبت قبول کرلیا جائے، اس سے سماج میں انصاف کا بول بالا ہوگا، ہارنے والا بھی مطمئن ہوگا کہ اس نے اللہ کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا ہے اس لیے اسے اللہ کی رضا نصیب ہوگی اور مؤمن کی ساری تگ ودو اور جدوجہد اسی لیے ہے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرلے، جنت کی طلب یہی سوچ کر کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا کا بڑا مظہر اور اس کا نتیجہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ غائب ہوئی تو انہوں نے قاضی شرع کی عدالت میں مقدمہ کیا کہ فلاں یہودی نے میری زرہ چرالی ہے، مقدمہ چلا، حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کو گواہ کے طور پر پیش کیا، اصولی طور پر یہ گواہی قابل قبول نہیں تھی، اس لیے قاضی شریح نے اسے رد کردیا اور فیصلہ یہودی کے حق میں ہوگیا، بعد میں یہودی نے اسلام قبول کرلیا، اسلام کے عدالتی نظام کی خوبیوں نے اسے اس کام کے لئے آمادہ کیا، آج بھی مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے معاملات کا تصفیہ دارالقضاء سے کرائیں، امارت شرعیہ کا نام اس معاملے میں پورے ہندوستان میں نمایاں ہے، اس نے اپنے قیام کے دن سے ہی اس پر زور دیا کہ مسلمان اپنے آپسی جھگڑے دوسری جگہ نہ لے جائیں، وہ احکام الٰہی کے مطابق اپنے جھگڑوں کا نمٹارا کرایا کریں، اس سے مذہبی تقاضے کی تکمیل بھی ہوگی اور یہ ہندوستانی عدلیہ کے تعاون کا بھی سبب ہوگا، کیونکہ جب ہم بہت سارے جھگڑے بغیر عدالت جائے طے کرلیں گے تو اس سے عدالت پر مقدمات کا بوجھ کم ہوگا اور اسے دوسرے اہم مقدمات پر خصوصی توجہ دینے کے لیے وقت مل جائے گا۔

فطری تقاضے

انسان فطری طور پر اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے، وسائل کی قلت اور زندگی گذارنے میں معیار کے مسئلے کے باوجود وہ چاہتا ہے کہ اس کی کئی اولاد ہو، تاکہ وہ بڑھاپے میں والدین کے لیے سہارے کا کام کرسکیں، چین نے اس فطری تقاضے سے بغاوت کر رکھی تھی، وہاں ایک بچہ کی ولادت کے بعد دوسرے بچے کو آنے سے قانونی طور پر روکا جارہا تھا۔۲۰۰۷ء تک یہ قانون صرف ۳۶ فی صد آبادی پر ہی لاگو ہوسکا تھا، کیونکہ قانونی اعتبار سے ان لوگوں کو دوسرے بچے کی پیدائش کی اجازت دی گئی تھی، جن کی پہلی اولاد لڑکی ہو، لیکن اس قانون کی وجہ سے چین میں بوڑھوں کی تعداد بڑھ رہی تھی، ابھی چین میں اکیس کروڑ لوگ ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے ہیں، معاشی تگ ودو کرنے والے افراد کی دن بدن کمی ہوتی جارہی تھی، جبکہ کمیونسٹ نظریہ میں دولت کے حصول کے لیے افرادی قوت کی بڑی اہمیت ہے۔

اسلام نے اس غیر فطری مطالبہ کو ہمیشہ ناقابل عمل قرار دیا ہے، اس کی سوچ یہ ہے کہ کھانا کھلانا اور بچوں کی دوسری ضروریات پوری کرنا انسان کا کام نہیں، وہ اللہ کا کام ہے اور اللہ حسب ضرورت ضروریات زندگی پوری کرتا ہے، اس کا اعلان ہے کہ کھلانے پلانے کے ڈر سے بچوں کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور اسے بھی کھلائیں گے، وسائل کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس لئے معاشی تنگی کے ڈر سے آنے والے بچوں کو روکنا اور خاندانی منصوبہ بندی کرانا، اللہ پر ہمارے یقین واعتماد میں کمی کا مظہر ہے۔

دراصل یہ سارا قصور انسانی عقل کا ہے، وہ اپنی محدود دنیا کے لیے محدود عقل سے سوچتا ہے اور بیش تر ان خطروں کا ادراک کرلیتا ہے، جس کا وجود موہوم ہوتا ہے، مالتھس کی تھیوری اگر صحیح ہوتی تو آج دنیا میں رہنے کی جگہ نہیں ہوتی۔لیکن اسلام کے اصول وضوابط انسانی عقل کی پیداوار نہیں ہیں، اس لیے اسلام نے بچوں کی آمد پر روک نہیں لگائی اور یہ تصور دیا کہ ہر آنے والا بچہ اپنے ساتھ ایک سوچنے والا دماغ اور کام کرنے والے دو ہاتھ لے کر اس دنیا میں آتا ہے، یہ قدرت کا عطیہ ہے، یہ انسانی چمن کے پھول ہیں، انہیں بھی دنیا دیکھنے دیجئے۔اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بچے آتے رہیں، ہر آنے والا بچہ اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ قدرت ابھی اس کائنات سے مایوس نہیں ہے، وہ اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ نکاح کے لیے ایسے خاندان کی لڑکیوں کا انتخاب کیا جائے جس میں زیادہ بچوں کی پیدائش کی روایت رہی ہو، اس صورت حال کے مطالعہ کا ایک دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت کا جو نظام ہے، وہ بڑھتی آبادی کے اعتبار سے معاشی وسائل پیدا کرنے کا ہے، آپ ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ جہاں آبادی نہیں ہوتی وہاں کی زمینیں بنجر ہوتی ہیں، ریگستان، ریت اور ببول کے پیڑ ہی اس کا مقدر ہوتے ہیں، لیکن جہاں کوئی بستی آباد ہوئی، وہی جگہ جہاں دھول اڑ رہی تھی، لوگ جاتے ہوئے ڈرتے تھے، جو جگہ صحرا اور بیابان تھی، وہاں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں اور زمین کی قوت نمو میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا جائزہ وسیع پیمانے پر لیں تو معلوم ہوگا کہ جب آبادی کم تھی تو انسان غذائی اجناس کی پیداوار کے وہ طریقے نہیں جانتا تھا، جو آج اس کے علم ویقین کا حصہ ہیں، وہ پھوس کے مکان میں رہتا تھا، اس زمانہ میں کثیر منزلہ عمارتوں کا کوئی تصور نہیں تھا، کل کارخانے اور معدنیات کے وہ ذخائر جو زمین نے اپنا سینہ چیر کر انسانوں کی معاش کے لیے فراہم کئے ہیں، اس کی طرف دھیان بھی نہیں جاتا تھا، لیکن آبادیاں بڑھیں تو معاشی وسائل بھی بڑھے، جس کھیت سے دہقان کو روٹی میسر نہیں ہوتی تھی اور ساہوکاروں کے یہاں کسان بیگاری کرتے کرتے مرجاتا تھا، کھیتیاں مانسون کی رہین منت ہوتی تھیں، آب پاشی کی سہولت نہیں ہونے سے کسان سال سال بھر فاقہ کشی کی دہلیز پر پڑا رہتا تھا، آج یہ سب خواب معلوم ہو رہا ہے، اب فصلیں سال میں کئی کئی بار اگائی جارہی ہیں، اور زمین کی قوت نمو کو اللہ نے اس قدر بڑھا دیا ہے کہ ہماری سرکاریں اعلان کرتی رہتی ہیں کہ غذا کی کمی سے کسی کو مرنے نہیں دیا جائے گا، یہ فکری بصیرت کا معاملہ نہیں، کھلی آنکھوں کے مشاہدہ سے اس کا تعلق ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بانی امارت شرعیہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ

اللہ تعالی نے علاقہ کے اعتبار سے زمین کی قوت نمو میں فرق رکھا ہے، یہ فرق زراعت کے اعتبار سے بھی ہے اور رجال کار کی پیدائش کے اعتبار سے بھی، کہیں فصلیں لہلہاتی ہیں اور کہیں خودرو پودے بھی اپنی نشوونما کے لئے ترس جاتے ہیں، کسی علاقہ کو رجال کار کے اعتبار سے مردم خیز کہا جاتا ہے اور کسی کو مردم خور، کہیں خاک کے پردے سے انسان کے نکلنے کے لیے فلک کو برسوں اپنے محور پر گردش کرنا ہوتا ہے اور چمن میں دیدہ ور کو حیات بخشنے کے لیے ہزاروں سال نرگس کو رونا ہوتا ہے، جبکہ بعض علاقوں میں قطار در قطار نابغہ روزگار شخصیتوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے، جن میں زمانی فاصلہ بھی نہیں ہوتا۔

نالندہ، بہار شریف، راجگیر، دسنہ، استھانواں، ہرگانواں، بارہ گاواں، شکراواں، گیلان اور اس کے مضافات علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور مذہبی رجال کار کے لیے بڑے مردم خیز رہے ہیں، بہار شریف سے شیخ پورہ اور راجگیر کی طرف سڑکوں پر سفر کیجئے اور ماضی کے دریچوں سے نابغہ روزگار افراد کی طرف دیکھئے تو بے ساختہ دیدہ و دل فرش راہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور جگر کا یہ شعر زبان پر مچلنے لگتا ہے۔

سجدہ طلب ہے راہ کا ہر ذرہ اے جگر
شاید حدودِ کوچہ جاناں میں آ گئے

واقعہ یہ ہے کہ اس علاقہ سے اٹھنے والے علماء صلحاء، صوفیا اور مشائخ نے جادہ جادہ اپنی یادوں کے نقوش نہیں چھوڑے، بلکہ وہ میر کارواں بن کر چلے۔ یہ دیکھئے شیخ شرف الدین یحیٰ منیری ہیں، یہ علامہ سید سلیمان ندوی ہیں، یہ مولانا مناظر احسن گیلانی ہیں، یہ رفیع احمد شکرانوی ہیں، یہ صباح الدین عبدالرحمٰن ہیں، یہ شہاب الدین دسنوی ہیں، یہ مخدوم شیخ شعیبؒ ہیں کس کس کا نام لوں اور کن کو چھوڑوں یہاں تو ایک لمبی فہرست ہے، جسے نقل کرنے لگوں تو کئی صفحات اس کی نظر ہو جائیں۔

ان ہی نابغہ روزگار عظیم المرتبت اور مثالی شخصیتوں میں ایک نام ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ کا آتا ہے، جو اس علاقہ میں بہار شریف سے راج گیر جانے والی سڑک پر چھ میل کے فاصلہ پر واقع پنہسہ نامی گاؤں میں شہری ہمہ ہمی اور سہولیات سے دور چھوٹی سی آبادی میں پیدا ہوئے۔ صحیح تاریخ کا پتہ تو نہیں چل سکا، البتہ مہینہ صفر کا تھا اور ہجری سال ۱۳۰۱ھ تھا۔ ابھی عمر کے چار سال ہی گزرے تھے کہ اللہ رب العزت نے مشفق متقی، دیندار، صوفی مشرب والد مولوی سید حسنین بخش کو اپنے یہاں بلا لیا اس طرح ۱۳۰۴ھ میں وہ اپنے بڑے بھائی مولوی احمد سجاد کی سرپرستی اور نگرانی میں آ گئے، تعلیم و تربیت کے لیے گھر پر ہی اتالیق رکھے گئے اور ان کی نگرانی میں جلد ہی قرآن کریم ناظرہ، اور ابتدائی اردو، فارسی کی تعلیم سے فراغت ہو گئی۔

عربی کی ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ اسلامیہ بہار شریف کا انتخاب کیا گیا۔ یہاں انہیں اپنے چچیرے بہنوئی مولانا حافظ سید وحید الحق استھانوی کی معیت، صحبت اور سرپرستی حاصل ہوئی؛ لیکن یہاں ان کی طبیعت تعلیم سے زیادہ کھیل کود کی طرف مائل رہی، وقت کا بڑا حصہ اپنے بہنوئی کے گھریلو کام کاج میں نکل جاتا، اور اسباق سے رغبت نہیں ہوئی۔

عمر پندرہ سال کی ہو گئی اور تعلیم سے دلچسپی نہیں بنی، تو بڑے بھائی نے مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے حلقہ درس میں داخل کرا دیا۔ ابتدا میں یہاں بھی حالت حسب سابق رہی، بعد میں زجر و تنبیہ کی وجہ سے گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے، تین سال بعد لوٹے تو معلوم ہوا کہ کانپور میں ہی شرح وقایہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے مگر صرف چھ ماہ کے بعد دیوبند کو خیرباد کہہ دیا اور کانپور لوٹ آئے ۱۳۱۷ھ میں یہیں سے سند فراغ حاصل کیا، ۱۷ تا ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۲۲ھ مطابق ۳ تا ۵ جون ۱۹۰۵ء میں سہ روزہ جلسہ کے موقع سے اکابر کے ہاتھوں سر پر دستار فضیلت باندھی گئی۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ اسلامیہ بہار شریف سے کیا، لیکن جلد ہی اپنے استاذ مولانا عبدالکافیؒ کی طلبی پر تین سال بعد ۱۳۲۴ھ میں الہ آباد چلے گئے، الہ آباد کو چھوڑا تو گیا کا رخ کیا اور مولانا عبدالوہاب فاضل بہاری کے قائم کردہ مدرسہ انوار العلوم کی نشاۃ ثانیہ کا کام اپنے ذمہ لیا، اور دیکھتے دیکھتے اس ادارہ نے مرکزی مقام حاصل کر لیا، یہاں آپ نے ایک طرف ایک منتظم کی حیثیت سے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا، دوسری طرف کامیاب مدرس کی حیثیت سے فقہی کتابوں کا درس دیا، طلبہ آپ کے درس سے بھی استفادہ کرتے اور آپ کی شفقت سے بھی بہرہ ور ہوتے، اس زمانہ کے واقعات جو کتابوں میں مذکور ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت طلبہ کی فلاح کے لیے سرگرم اور مستعد رہا کرتے۔ مولانا کی زندگی کے سترہ سال اس کام میں صرف ہوئے، یہ سترہ سال مولانا کی زندگی کے اس لیے بڑے قیمتی ہیں کہ ان سالوں میں مسلسل مطالعہ کے نتیجہ میں مولانا کو وہ مقام حاصل ہوا، جسے علمی دنیا میں رسوخ فی العلم اور تفقہ فی الدین سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسری طرف مدرسہ کے انتظام و انصرام کی وجہ سے مولانا کی تنظیمی صلاحیتوں کو جلا ملی، جو آگے کے مراحل میں مولانا کو بہت کام آئے اور کہنا چاہیے کہ یہ ایک ربانی نظام تھا جو مولانا کو مستقبل میں عظیم کام کے لئے تیار کر رہا تھا۔

تیاری کا یہ مرحلہ تکمیل کو پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ مشکل علمی مسائل کی گتھیاں سلجھانے والا قوم و ملت کے مسائل کو ناخن تدبیر سے حل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ خداداد صلاحیت، ذہانت و فطانت علم و فضل، تدبر و تفکر کا جو کثیر حصہ اللہ رب العزت نے عطا کیا تھا، اس کا استعمال خوب خوب ہونے لگا، کامیاب مدرس کو ملی قیادت کا بار سونپا گیا، اور اس میدان میں بھی مولانا نے اپنی فراست ایمانی کا ثبوت دیا، اور امت کا رشتہ امام الامت سے جوڑنے کے لئے فرقوں، مسلکوں اور مکاتیب فکر کے نام پر منتشر علماء کو متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا، کیونکہ اس کے بغیر امت کو متحد کرنے کا کام شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا، یہ کام آسان نہیں تھا، بقول کسے ''یہ تو مینڈک کو ترازو میں تولنے کا عمل'' تھا کہ ایک کو ڈالیے تو دوسرا ترازو سے کود پڑے۔ اس زمانہ میں جب سفر آسان نہیں تھا اور راہ کی صعوبتیں ''کاسفر'' کا منظر پیش کرتی تھیں، مولانا نے دور دراز کا سفر کیا، ہر مکتب فکر کے نامور علما اور قائدین کے پاس گئے ان کو اتحاد و یکجہتی کا قرآنی پیام یاد دلایا، انتشار و افتراق نے امت کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تاریخ بیان کی، احادیث میں مذکور وعیدوں کا مذاکرہ کیا، اور پوری دردمندی سے ان تمام کو جوڑتے رہے، بالآخر ۱۹۱۷ء میں تحریک کارگر ہوئی اور انجمن علماء بہار کا قیام عمل میں آیا، اس انجمن نے مختصر مدت میں اپنی کارکردگی سے پورے ملک کو یہ پیغام دیا کہ اس طرز پر انجمن علمائے ہند کا بھی قیام ہو سکتا ہے، چنانچہ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا، جس نے جلد ہی پورے ملک میں اپنی خدمات کے ذریعہ ملک میں ایک اعتبار اور اعتماد قائم کر لیا۔

لیکن یہ انجمنیں اور جمعیۃ مقصود اصلی نہیں تھا، مقصد تو منہاج نبوت پر اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش تھی، امت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد و متفق کرنا تھا، مسلمانوں کے عائلی قوانین، نکاح، طلاق، میراث، خلع اوقاف وغیرہ کو اصلی شرعی صورت میں قائم رکھنے کی جدوجہد کرنی تھا، مسلمانوں کے لیے تعلیم، معاش اور ترقی کے میدان میں، اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نظام تجارت کو پھر سے رائج کرنا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امیر شریعت کے ماتحت سارے مسلمانوں کو جمع کر کے اطاعت اولوالامر کے قرآنی حکم کو زمین پر نافذ کرنا تھا۔ اور ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے شرعی تنظیم، امارت شرعیہ کا قیام ضروری تھا، چنانچہ ۱۹۲۱ء میں جب مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلی تھے، انہوں نے پورے ہندوستان میں امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز منظور کرائی اور جب پورے ہندوستان میں اس کا قیام ممکن نہیں ہوا تو ریاستی سطح پر اس کے قیام کی اجازت لے لی اور پوری قوت سے اس دینی فریضہ کی طرف علماء کو متوجہ کیا، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، قطب دوراں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، بدر الکاملین حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب ''سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کی تائید و حمایت سے محلہ پتھر کی مسجد، بانکی پور پٹنہ میں پانچ سو سے زائد علماء کرام اور مشائخ عظام جمع ہوئے، مولانا سید شاہ حبیب الحق عمادی خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مجلس کی صدارت فرمائی، اور اس طرح ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ کو مولانا کی جدوجہد رنگ لائی اور غیر منقسم بہار میں ایک زریں دور کا آغاز ہوا، حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری ''سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پہلے امیر شریعت منتخب ہوئے، مولانا سجادؒ کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کی نیابت قبول کرنے کو بھی تیار نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے انہیں اس بات پر آمادہ کیا جا سکا کہ وہ نائب امیر شریعت کی حیثیت سے ان خاکوں میں رنگ بھریں جو انہوں نے برسوں کی فکر کے بعد بنائے ہیں۔

چنانچہ مولانا ۱۷؍شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۱۹۴۰ء تک، جو ان کے وصال کی تاریخ ہے اس عہدہ پر کام کرتے رہے، اور امارت شرعیہ کی بقا و استحکام کے لیے چوطرفہ لڑائی لیتے رہے علمی اشکالات کے جوابات دیے، ریاست کا دورہ کیا، گاؤں گاؤں میں تنظیم قائم ہوئی، دارالافتاء اور دارالقضا نے کام شروع کیا، اس طرح دیکھا جائے تو یہ پورا دور امارت شرعیہ کی توسیع اور استحکام کا دور ہے، مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بجا لکھا ہے کہ

''بہار میں امارت شرعیہ کا قیام ان کی سب سے بڑی کرامت ہے، زمین شور میں سنبل پیدا کرنا اور بنجر علاقہ میں لہلہاتی کھیتی کھڑی کر لینا، ہر ایک کا کام نہیں''

مولانا نے امارت شرعیہ کے قیام کے بعد ملکی سیاست کی طرف بھی اپنی توجہ مبذول کی اس میدان میں بھی اللہ تعالی نے انہیں خصوصی صلاحیت سے نوازا تھا، جاننے والے جانتے ہیں کہ سیاست حاضرہ اور اسلامی سیاست پر مولانا کی گہری نظر تھی چنانچہ اس صلاحیت سے کام لے کر انہوں نے انڈی پینڈنٹ پارٹی قائم کی اور زوردار تحریک چلائی اس تحریک کے نتیجے میں ۱۹۳۶ء کے الیکشن میں سیاست کے مرد میدان مولوی شفیع داؤدی کی احرار پارٹی اور عبدالعزیز صاحب کی پارٹی کو منھ کی کھانی پڑی اور مولانا نے انڈی پینڈنٹ پارٹی کو ایسی جیت دلائی کہ کانگریس کے حکومت سازی سے انکار کے بعد دوسری بڑی پارٹی کی حیثیت سے انڈی پنڈنٹ پارٹی کی حکومت بن گئی، مولانا نے اپنی نگرانی میں مسٹر محمد یونس بارایٹ لا کو وزیر اعظم کے عہدے کا حلف دلوا دیا۔ بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ حلف برداری کی تقریب میں پیدل اور یکہ کے ذریعہ تشریف لے گئے۔ مسٹر یونس جن کے پاس اس زمانہ میں دو گاڑی تھی وہ بھی ہمت نہیں جٹا پائے کہ مولانا کو لینے کے لئے گاڑی بھیج دیتے، اقبال نے کہا۔ ع

''منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا''

کسی ''بادشاہ گر'' کے لئے یہ وضع داری اب قصہ پارینہ بن چکی ہے۔ لیکن اس واقعہ میں آج بھی ہمارے لئے سامان عبرت موجود ہے اور یہ آج بھی قابل تقلید ہے۔ انڈی پنڈنٹ پارٹی نے مختصر مدت کی حکومت میں بڑے کام کئے، اوقاف کی زمینوں سے ٹیکس ختم کرایا، اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دیا گیا، مسلم پرسنل لا کی حفاظت کا مناسب بندوبست کیا گیا، زرعی اور تجارتی میدانوں میں کاشتکار اور تاجروں کے لئے اصول بنائے اور یہ سارا کام اس مرد فقیر کی زیر نگرانی انجام پایا، جس کی حکومت دلوں پر بھی تھی اور ریاست میں بھی، لیکن جس کا بستر فرش خاک تھا، اور جس کے جسم پر چٹائی کے نشانات قرون اولی کی یاد تازہ کرتے تھے۔ اب کہاں ملتے ہیں ایسے دیوانے لوگ، جن کی دیوانگی پر ہزاروں فرزانے قربان ہوں۔

مولانا نے یوں تو یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، پہلی شادی ۱۳۲۰ء میں مولانا سید وحید الحق مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، انہوں نے چودہ برس تک ساتھ دیا اور جب دنیا سے گئیں تو دو دو لڑکے اور تین لڑکیاں پسماندگان میں چھوڑا۔ پہلی بیوی کے انتقال کو دو سال گزر گئے تو ۱۳۳۶ء میں مولانا سید عبدالعزیزؒ کی صاحبزادی سے گیلان میں دوسری شادی ہوئی۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں اس بطن سے بھی اللہ نے انہیں دیا۔ دوسری اہلیہ کی مستقل علالت اور بینائی ختم ہو جانے کے بعد بچوں کی نگہداشت کی غرض سے گیا کی ایک بیوہ خاتون سے تیسری شادی کیا، ایک اولاد ان سے بھی ہوئی، لیکن ان تمام علائق نے ان کے پائے ثبات و عزیمت میں بیڑیاں نہیں ڈالیں اور وہ ملی کاموں میں ہمہ وقت سرگرم و سرگرداں رہے۔

زمین و جائیداد بھی پاؤں کی زنجیر ہوتی ہے، چوبیس بیگھہ زمین کی کاشت تھی، بڑے بھائی مولوی احمد سجادؒ دیکھ بھال کیا کرتے تھے جب ان پر جنون کا غلبہ ہوا تو نگہداشت جاتی رہی، مولانا کو مال سے تعلق ہی نہیں تھا، مال گزاری کی فکر کیا کرتے، زمین نیلام ہو گئی اور مولانا نے یہ کہہ کر سکون کی سانس لی کہ چلو اس سے بھی پیچھا چھوٹا، اب پوری یکسوئی سے اللہ کے بندوں کی خدمت کروں گا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

حکایات اہل دل

ککھ: مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگوں کی صحبت کا اثر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں اصلاح خلق کی توفیق خاص اور اس کا انتہائی حکیمانہ اسلوب مرحمت فرمایا تھا۔ اردو کے مشہور شاعر جناب جگر مرادآبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے حضرت تھانویؒ سے ذکر کیا کہ جگر مرادآبادی سے ایک مرتبہ میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تھانہ بھون جانے اور زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا اس لئے مجبور ہوں کہ کس منہ سے کر وہاں جاؤں؟ حضرت نے خواجہ صاحب سے پوچھا پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کہہ دیا ہاں یہ تو صحیح ہے ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہوسکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا "واہ خواجہ صاحب! ہم تو سمجھتے تھے کہ اب آپ شریعت وطریقت سمجھ گئے ہیں مگر معلوم ہوا کہ ہمارا خیال غلط تھا" خواجہ صاحب کے تعجب پر حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیتے کہ "جس حال میں ہو اسی میں چلے جاؤ ممکن ہے کہ یہ ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے"۔

چنانچہ خواجہ صاحب یہاں سے واپس گئے تو پھر اتفاقاً جگر صاحب سے ملاقات ہوگئی اور یہ سارا واقعہ جگر صاحب کو سنایا انہوں نے حضرت کے یہ کلمات سن کر زار وقطار رونا شروع کردیا اور بالآخر یہ عہد کرلیا کہ اب مر بھی جاؤں تو اس خبیث چیز کے پاس نہ جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شراب چھوڑنے سے بیمار پڑ گئے حالت نازک ہوگئی۔۔ اس وقت لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں بقدر ضرورت پینے کی تو شریعت بھی اجازت دے گی، لیکن یہ صاحب کا جگر تھا کہ اس کے باوجود انہوں نے اس ام الخبائث کو ہاتھ نہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ اہل عزم وہمت کی مدد فرماتے ہیں اس وقت بھی حق تعالیٰ کی مدد سے چند روز ہی میں شفاء کامل حاصل ہوئی، اس کے بعد وہ تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت نے ان کا بڑا اکرام فرمایا۔
(اکابر دیوبند کیا تھے، ص:۱۱۱)

رات کو سونے سے پہلے توبہ کرلیا کرو

ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب فہم وفراست عطا فرمائی تھی، عجیب باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے، ایک دن وہ توبہ پر بیان فرمارہے تھے، ایک آزاد منش نوجوان اس مجلس میں آگیا، وہ اپنے کسی مقصد سے آیا تھا، مگر یہ اللہ والے تو ہر وقت سکھانے اور تربیت کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، چنانچہ اس نوجوان سے فرمانے لگے کہ میاں! لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ دین بڑا مشکل ہے، ارے یہ دین کچھ بھی مشکل نہیں، بس رات کو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیا کرو، بس یہی سارا دین ہے۔

جب وہ نوجوان چلا گیا تو کسی نے کہا کہ حضرت! یہ تو واقعی بڑی عجیب وغریب چیز ہے، لیکن دل میں ایک سوال رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہے۔ فرمانے لگے کہ کیا؟ اس نے کہا کہ حضرت! توبہ کی تین شرطیں ہیں: ایک یہ کہ دل میں ندامت ہو، دوسرے یہ کہ فوراً اس گناہ کو چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ کے لئے یہ عزم کرلے کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا، ان میں سے پہلی دو باتوں پر تو عمل کرنا آسان ہے کہ گناہ پر ندامت بھی ہوجاتی ہے اور اس گناہ کو اس وقت چھوڑ بھی دیا جاتا ہے لیکن تیسری شرط کہ یہ پختہ عزم کرنا کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا، یہ بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ یہ پختہ عزم صحیح ہوا یا نہیں؟ اور جب عزم صحیح نہیں ہوا تو توبہ بھی صحیح نہیں ہوئی اور جب توبہ صحیح نہیں ہوئی تو اس گناہ کے باقی رہنے اور اس کے معاف نہ ہونے کی پریشانی رہتی ہے۔

جواب میں حضرت بابا انجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ میاں، تم تو عزم کا مطلب بھی نہیں سمجھتے عزم کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے یہ ارادہ کرلو کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا، اب اگر یہ ارادہ کرتے وقت دل میں یہ دھڑکا اور اندیشہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں، میں اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ تو اندیشہ اور دھڑکا اس عزم کے منافی نہیں اور اس اندیشے اور خطرے کی وجہ سے توبہ میں کوئی نقص نہیں آتا، بشرطیکہ اپنی طرف سے پختہ ارادہ کرلیا ہو اور دل میں یہ جو خطرہ لگا ہوا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرلو کہ یا اللہ، میں توبہ تو کر رہا ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم تو کر رہا ہوں، لیکن میں کیا؟ اور میرا عزم کیا؟ میں کمزور ہوں، معلوم نہیں کہ اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ یا اللہ آپ ہی مجھے اس عزم پر ثابت قدم فرمادیجئے، آپ ہی مجھے استقامت عطا فرمایئے، جب یہ دعا کرلی تو ان شاء اللہ وہ خطرہ اور اندیشہ زائل ہوجائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت حضرت بابا نجم احسن صاحب نے یہ بات ارشاد فرمائی اس کے بعد سے سائل کے دل میں ٹھنڈک پڑگئی۔ (خطبات، ج:٦)

بزرگوں کی مختلف شانیں

ایک صاحب ایک بزرگ کے مرید تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شیخ سے کہا کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کے رنگ الگ الگ ہوتے ہیں، میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کی شانیں کس قسم کی ہوتی ہیں؟ ان کے شیخ نے فرمایا کہ تم اس کے پیچھے مت پڑو، اپنے کام میں لگے رہو۔ تم ان کی شانوں کا کہاں ادراک کرسکتے ہو۔ مرید صاحب نے کہا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے ذرا یہ پتہ لگ جائے کہ بزرگوں کے کیا مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر تمہیں دیکھنے پر اصرار ہی ہے تو ایسا کرو کہ فلاں مسجد میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں تین بزرگ ذکر کرتے ہوئے، اللہ اللہ کرتے ہوئے ملیں گے، تم جاکر ان تینوں کی کمر میں ایک ایک مکہ ماردینا اور پھر جو کچھ وہ بزرگ کریں وہ مجھے آکر بتادینا، چنانچہ یہ صاحب اس مسجد میں گئے تو دیکھا کہ واقعہ تین بزرگ ذکر میں مشغول ہیں، شیخ کے حکم کے مطابق انہوں نے جاکر ایک بزرگ کو پیچھے سے ایک مکہ مارا تو انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ کس نے مکہ مارا، بلکہ اپنے ذکر میں مشغول رہے، اس کے بعد جب دوسرے بزرگ کو مکہ مارا تو وہ پیچھے مڑے اور ان کو مکہ مارنے والے کا ہاتھ سہلانے لگے اور فرمانے لگے کہ بھائی! تمہیں تکلیف تو نہیں ہوئی؟ چوٹ تو نہیں لگی؟ اور جب تیسرے بزرگ کو مکہ مارا تو انہوں نے پیچھے مڑ کر اتنی ہی زور سے ان کو مکہ ماردیا اور پھر اپنے ذکر میں مشغول ہوگئے۔

یہ صاحب اپنے شیخ کے پاس واپس گئے اور ان سے جاکر عرض کیا کہ حضرت! اس طرح قصہ پیش آیا کہ جب پہلے بزرگ کو مکہ مارا تو انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اور جب دوسرے کو مارا تو وہ الٹا میرے ہی ہاتھ کو سہلانے لگے اور جب تیسرے بزرگ کو مارا تو انہوں نے مجھ سے بدلہ لیا اور مجھے بھی ایک مکہ ماردیا، شیخ نے فرمایا کہ تم یہ پوچھ رہے تھے کہ بزرگوں کی مختلف شانیں کیا ہوتی ہیں تو یہ تین شانیں تم نے علیحدہ علیحدہ دیکھ لی ہیں، ایک شان وہ ہے جو پہلے بزرگ میں تھی۔ انہوں نے یہ سوچا کہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ اور اس ذکر میں جو لذت اور مزہ آرہا ہے اس کو چھوڑ کر میں پیچھے کیوں دیکھوں کہ کون مکا ماررہا ہے اور اپنا وقت کیوں ضائع کروں۔ دوسرے بزرگ پر مخلوق پر شفقت اور رحمت کی شان غالب تھی۔ اس لئے انہوں نے نہ صرف یہ کہ بدلہ نہیں لیا بلکہ اس مارنے والے کے ہاتھ کو دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں کوئی چوٹ تو نہیں لگی۔ اور تیسرے بزرگ نے جلدی سے بدلہ اس لئے لے لیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ لینے کے لئے اس پر اپنا عذاب نازل فرمادیں۔ اور اس بدلہ لینے سے وہ آخرت کے بدلے سے بھی بچ جائے۔
(خطبات، ج:۷)

ایک علمی لطیفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک علمی لطیفہ لکھا ہے کہ ایک خاں صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت میرے یہاں لڑکا ہوا ہے اور میں اس کا نام الحمدللہ خان رکھنا چاہتا ہوں، میرے ایک لڑکے کا نام ماشاءاللہ خان ہے، ایک لڑکے کا نام سبحان اللہ خان ہے، لہٰذا اس کا نام الحمدللہ خان رکھنا چاہتا ہوں، حضرت نے منع فرمایا، مگر خان صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا، خیر جب وہ چلا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس کے سب بچے مرجائیں گے، کوئی زندہ نہ رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا تو خادموں نے پوچھا، حضرت یہ کیسے ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے وآخر دعوٰھم ان الحمدللہ رب العالمین کہ حمد سب سے آخر میں ہوتی ہے اس وجہ سے یہ حکم ہے کہ ہر اچھے کام کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا مستحسن ہے۔

اگلوں نے بویا، ہم نے کھایا

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ کہیں جارہا تھا، انہوں نے ایک ضعیف آدمی کو دیکھا کہ وہ گڑھا کھود کر درخت لگا رہا ہے تو ہارون رشید نے پوچھا بابا کیا کر رہے ہو؟ تو اس ضعیف شخص نے کہا آم کا پودا لگا رہا ہوں؟ ہارون رشید کو تعجب ہوا اور کہا بابا کیا اس کا پھل کھاؤ گے؟ بابا جی جتنے ہوتے ہیں وہ زمانہ دیکھے ہوئے ہوتے ہیں، اس نے کہا اگلوں نے بویا ہم نے کھایا، اب میں بو رہا ہوں، بعد والے لوگ کھائیں گے، بادشاہ بہت خوش ہوا اور وزیر سے کہا ان کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دو، ایک ہزار اشرفیاں ان کو انعام میں مل گئیں، اب بابا نے کہا جہاں پناہ۔ اگلوں نے درخت لگایا ہم نے کھایا اور میں ابھی درخت لگا رہا ہوں اس کا پھل تو مجھے مل گیا، ہارون رشید بہت خوش ہوا اور کہا اس کو ایک ہزار اشرفیاں مزید دو، دو ہزار اشرفیاں مل گئیں، اب بڑے میاں نے کہا جہاں پناہ! معاف فرمادیں لوگ درخت لگاتے ہیں سال میں ایک مرتبہ پھل کھاتے ہیں اور میں تو ابھی درخت لگا رہا ہوں اور لگاتے لگاتے دو مرتبہ پھل کھا چکا ہوں، بادشاہ نے کہا واہ واہ، سبحان اللہ ان کو ایک ہزار اشرفیاں اور دو، وزیر نے کہا بادشاہ سلامت آگے چلئے، یہ بڑے میاں سارا خزانہ ہی صاف کردیں گے۔

اچھی چیز صدقہ کرو

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک مؤذن صاحب کیلئے ایک بچہ مٹی کے پیالہ میں کھیر لے کر آیا، موذن صاحب اکثر نادار اور غریب ہوتے ہیں، بچہ نے مؤذن صاحب سے ملاقات کی اور کہا کہ میری امی نے آپ کے لئے کھیر بھیجی ہے مؤذن صاحب نے کہا کہ کیا بات ہے آج تمہاری امی کا اتنا بڑا دل ہوگیا کہ میرے لئے کھیر بھیجی، بچے تو بالکل سادہ لوگ اور بھولے بھالے ہوتے ہیں، اس نے سادگی میں کہا کہ کتے نے اس کھیر میں منہ ڈال دیا ہے، یہ سن کر مؤذن صاحب کو غصہ آگیا اور وہ پیالہ زمین پر پٹیک دیا کہ کمبخت ایسی کھیر ہمارے لئے بھیجی ہے، وہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا، بچہ رونے لگا، پوچھا کیوں روتے ہو؟ تو بچہ نے کہا کہ امی جان اس پیالہ میں بھیا کا پاخانہ صاف کرتی ہیں، آپ نے وہ پیالہ توڑ دیا، معلوم ہوا کہ ہدیہ اور صدقہ پاک چیزوں کی کرنی چاہئے، بیکار اور نکمی چیز صدقہ میں نہ دیا جائے۔

فیصلہ میں کمال ذہانت کی نادر مثال

مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص سے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تاکہ اس کو اپنے کام میں لائے، اتفاقاً جس صاحب نے زمین خریدی تھی اس نے اپنی خرید کردہ زمین میں ایک گھڑا پایا، جس میں سونا بھرا ہوا تھا، اس نے زمین بیچنے والے سے کہا تم اپنا یہ سونا لے لو، کیونکہ میں نے صرف زمین خریدی تھی، یہ سونا میں نے نہیں خریدا تھا جو اس زمین میں ہے، بیچنے والے نے کہا کہ یہ سونا بھی تمہارا ہی ہے، اسے تم ہی اپنے پاس رکھو، مگر خریدار اس پر تیار نہیں ہوا، یہاں تک کہ دونوں اپنا معاملہ ایک شخص کے پاس لے گئے، اس حاکم نے دریافت کیا کہ تم دونوں کے یہاں جوان بچے ہی، کہا میرے یہاں لڑکا ہے، دوسرے نے کہا کہ میرے پاس لڑکی ہے، قاضی نے یہ سن کر یہ فیصلہ دیا کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کردو اور اس سونے کو ان دونوں پر خرچ کردو اور پھر جو کچھ بچے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کردو، اس واقعہ کے ذکر کرنے کے بعد مظاہر حق جدید کے مؤلف نے لکھا کہ یہ حاکم خود حضرت داؤد علیہ السلام تھے، کیونکہ ایسا معتدل فیصلہ دینا نبوت ہی کا خاصہ ہوسکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ماہ رمضان کے فضائل و برکات

مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی خصوصیات اور فضائل و برکات کی وجہ سے امتیازی شان رکھتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو قید و بند میں ڈال دیا جاتا ہے، اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے، رمضان میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی ایک رات (شب قدر) آتی ہے جو قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس بابرکت مہینہ میں اہل ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے، اس مبارک مہینہ میں قرآن پاک نازل کیا گیا، جس کی ہدایت کی بدولت انسانی زندگی میں ایمان و یقین کی روشنی آئی، امن و امان کی فضا پیدا ہوئی، اس مہینہ میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جو تراویح کی شکل میں ملت اسلامیہ میں رائج ہے، دن کے روزوں کے ساتھ رات کی تراویح کی برکات مل جانے سے اس مہینہ کی نورانیت اور تاثیر میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کو اپنے ادراک و شعور اور احساس کے مطابق ہر بندہ محسوس کرتا ہے جو ان باتوں سے کچھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا ہے اور جس کے دل میں ایمان و یقین کی ہلکی سی بھی روشنی موجود ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے دنوں میں روزے فرض کیے گئے اور راتوں میں تراویح کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ نیز اس ماہ میں اس کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا رہتا ہے: اے خیر کے طلب کرنے والو! بھلائی کے کام کی طرف آگے بڑھو اور اے برائی کے چاہنے والو! اپنی برائیوں سے باز آؤ۔

روزہ کا اجر و ثواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی فضیلت اور اس کی قدر و اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب روزہ کے نتیجہ میں سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، حق تعالی کا ارشاد ہے کہ روزہ عام قاعدہ اور اصول سے بالاتر ہے۔ دراصل بندہ کی طرف سے یہ میرے لیے ایک تحفہ ہے، میں اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کا اجر و ثواب خود عطا کروں گا، میرا بندہ میری رضا کی خاطر اپنی خواہش نفس ترک کر دیتا ہے اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، لہذا میں خود اپنی مرضی کے مطابق اس کی نفس کشی اور پر خلوص قربانی کا صلہ دوں گا۔ روزہ دار کے لئے دو طرح کی مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت کی مسرت، دوسری جب وہ اپنے مالک و مولی کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل کرے گا، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری اور بہتر ہے، یعنی انسانوں کے لیے مشک کی خوشبو جس قدر عمدہ ہے اللہ تعالی کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو اس سے بھی زیادہ پیاری ہے، روزہ دنیا میں نفس و شیطان کے شدید حملوں سے بچاؤ کے لیے اور آخرت میں جہنم کی ہولناکیوں سے تحفظ کے لئے ایک مؤثر ذریعہ اور ایک مضبوط ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ بیہودہ گوئی اور فحش باتوں سے بچا رہے، شور و شغب نہ کرے، اگر کوئی دوسرا آدمی اس سے گالی گلوچ یا جھگڑے کا برتاؤ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم) رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کا تیسرا فرض ہے، جو شخص اس کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا اور جو اس اہم فرض کو ادا نہ کرے وہ سخت گنہ گار اور فاسق ہے۔

رویت ہلال

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان اور عید کے موقع پر بہت سے لوگوں کا چاند دیکھنا ضروری ہے، ایک یا دو کی شہادت معتبر نہیں ہوگی اور اگر مطلع صاف نہیں ہے تو رمضان کے چاند کے متعلق ایک مسلمان کا خبر دینا بھی کافی ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ فسق میں مبتلا نہ ہو، عید کے چاند کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاند دیکھنے کی گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ یہاں بھی ضروری ہے کہ وہ سب عادل ہوں، فاسق و بدکار نہ ہوں تو چاند مان لیا جائے گا۔ چاند کے ثابت ہونے میں جنتری کا اعتبار نہیں، چاند کے سلسلہ میں تار، ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر بھی مقامی ذمہ دار مفتی کی تصدیق کے بغیر معتبر نہیں۔

روزہ کی نیت

نیت کہتے ہیں دل سے قصد و ارادہ کرنے کو، خواہ زبان سے کچھ کہے، یا نہ کہے، روزہ کے لیے نیت شرط ہے، اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا بھی نہیں تو روزہ نہ ہوگا، رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا بہتر ہے، رات میں اگر نیت نہ کی ہو تو زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک دن میں نیت کر سکتا ہے، بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

افطار

آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے، ہاں جب فضا ابر آلود ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے۔ ویسے تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنا چاہیے۔ کھجور اور خرما سے روزہ افطار کرنا افضل ہے اور کسی دوسری چیز سے افطار کرنے میں بھی کوئی کراہت نہیں، اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے افطار کرے تو اس سے ثواب کم نہ ہوگا، البتہ اگر یہ چیز حرام یا مشتبہ ہو تو اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے، اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت میں دس منٹ کی تاخیر کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، افطار کے وقت یہ دعا مسنون ہے: اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت اور افطار کے بعد یہ دعا پڑھے: ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر ان شاء اللہ

تراویح

(۱) رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے (۲) تراویح جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر محلہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو گرچہ جائز ہے مگر مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا، اور اگر محلہ کی مسجد میں با جماعت تراویح کسی نے نہ پڑھی تو سارے محلہ والے ترک سنت کے مرتکب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔ (۳) تراویح میں ایک بار قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، تراویح پڑھانے کے لئے اگر حافظ قرآن نہ ملے یا ملے مگر بلا اجرت نہ سنائے تو چھوٹی سورتوں سے مثلاً الم ترکیف سے نماز تراویح ادا کریں۔ اجرت دے کر قرآن نہ سنیں کیوں کہ قرآن پاک سنانے پر اجرت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں، سامع کے لئے بھی اجرت لینا جائز نہیں، اجرت پر قرآن سنانے سے نہ تو امام کو ثواب ملتا ہے، نہ مقتدیوں کو ثواب ملتا ہے۔ (۴) اگر ایک حافظ ایک مسجد میں ۲۰/ رکعت تراویح پڑھ چکا ہے تو اس کو دوسری مسجد میں اس رات میں تراویح پڑھانا درست نہیں (۵) اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور پوری چار رکعت پر سلام پھیرا تو صرف آخری دو رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی اور شروع میں پڑھی ہوئی دو رکعتیں اور ان میں پڑھا ہوا قرآن پاک لوٹایا جائے گا لیکن اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہے یعنی بیٹھا ہے تو چاروں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں (۶) جس شخص کی تراویح کی دو چار رکعتیں رہ گئی ہوں اور امام نے نماز وتر پڑھانی شروع کر دی ہو تو اس کو چاہیے کہ امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے، باقی رہی ہوئی تراویح بعد میں پوری کرے۔ (۷) جس شخص کو عشاء کی نماز با جماعت نہ ملی ہو بلکہ تنہا پڑھی ہو وہ امام کے ساتھ وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے (۸) جس نے تراویح کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی، اسے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہونا چاہیے، بلکہ اپنی تراویح کے بعد وتر پڑھنی چاہیے، لیکن اگر جماعت میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز وتر ہو گئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں (۹) قرآن پاک کو اس قدر تیز پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے، اس صورت میں نہ امام کو ثواب ملے گا اور نہ مقتدیوں کو (۱۰) اس قدر زیادہ قراءۃ کرنا کہ مقتدیوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے، تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنا اچھا نہیں ہے (۱۱) نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں ہے۔

اعتکاف

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک عمل اعتکاف بھی ہے، اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو ہو کر مسجد میں رہے اور خدا کی عبادت اور اس کے ذکر میں لگا رہے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں جیسے پیشاب، پاخانہ کی ضرورت غسل واجب یا وضو کی ضرورت، مسجد سے باہر نہ جائے (۲) رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر بڑے شہر کے ہر محلہ میں اور چھوٹے دیہات کی ہر بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب پر ترک سنت کا وبال رہے گا، اور کوئی ایک بھی محلہ میں اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی (۳) اعتکاف میں کوئی خاص عبادت متعین نہیں، نماز، تلاوت کلام پاک، دینی کتابوں کا پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا، غرض جو عبادت بھی چاہے کرتا رہے (۴) جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لیے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد میں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے، اگر اس سے کچھ پہلے مسجد میں چلا گیا تو بھی اعتکاف میں خلل نہیں پڑے گا۔ (۴) اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کے لیے بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا خواہ جان بوجھ کر نکلے یا بھول کر، اس صورت میں اعتکاف کی قضا کر لینا بہتر ہے (۵) اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیس تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو اور جب عید کا چاند نظر آئے تب اعتکاف سے باہر نکلے (۶) غسل جمعہ یا محض گرمی سے پریشان ہو کر غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں (۷) معتکف کو لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے، مسجد کے احترام کے خلاف بھی کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔

شب قدر

چوں کہ اس امت کی عمر بہ نسبت پہلی امتوں کے کم ہیں، اس لیے حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے ایک رات ایسی عنایت فرمائی ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے لیکن اس رات کے تعین کو پوشیدہ رکھا گیا تا کہ لوگ اس کو تلاش کریں اور بے حساب ثواب حاصل کریں، اس کے لیے کوئی رات متعین نہیں، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر آنے کا زیادہ امکان ہے، یعنی ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں، ستائیسویں شب میں اولیاء اللہ نے اسے پایا ہے ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت اور توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔ اگر تمام رات جاگنے کی طاقت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے جاگے اور نفل نماز، دعاء تلاوت قرآن کریم یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کرے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ یہ اہتمام بھی رات بھر جاگنے کے حکم میں ہو جاتا ہے، ان راتوں کو صرف جلسوں اور تقریروں میں صرف کر کے سو جانا بہت بڑی محرومی کی بات ہے، تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں مگر شب قدر کی عبادت کا یہ موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آئے گا، البتہ جو لوگ رات بھر جاگ کر عبادت کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، وہ شروع میں کچھ وعظ سن لیں پھر نوافل اور دعاء میں لگ جائیں تو درست ہے، شب قدر کی خاص دعا ہے: اللھم إنک عفو تحب العفو فاعف عنی.

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر ہر شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضروریات زندگی کے علاوہ ۶۱۲ گرام چاندی یا ساڑھے ۸۷ گرام سونا یا اس کی قیمت کے بقدر رقم ہو یا حوائج اصلیہ سے زائد ایسی چیزیں موجود ہوں جن کی قیمت بقدر نصاب ہو خواہ وہ چیزیں تجارت کے لیے نہ ہوں جیسے رہائش کے مکان سے زائد مکان گھر کے مصارف کے بقدر کاشتکاری کی زمین سے زائد زمین، ضرورت کے کپڑوں اور برتنوں سے زائد کپڑے اور برتن وغیرہ (۲) صدقۂ فطر کے نصاب پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے بلکہ عید الفطر کے روز بقدر نصاب مالیت کا ہونا صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے کافی ہے (۳) جس کے پاس نصاب مذکور کے بقدر مال ہو وہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے (۴) ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم یا تین کلو ۲۶۲ گرام جو یا ان کی قیمت ہے (۵) رمضان کی آخری تاریخ یکم شوال کی صبح صادق سے قبل پیدا ہونے والے بچہ کا صدقۂ فطر دینا بھی لازم ہے (۶) صدقۂ فطر انہیں لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جن کو زکوۃ دینا جائز ہے (۷) صدقۂ فطر صبح سویرے نماز عید کے لیے جانے سے پہلے دیدے اگر پہلے نہیں دیا تاخیر کر دی تب بھی یہ ساقط نہیں ہوگا، بعد میں ادا کرنا ضروری ہے۔ (ماخوذ از کتابچہ احکام رمضان المبارک)

Scanned with CamScanner

ایمانی جرأت اور مومنانہ فراست سے راہیں ہموار ہوتی ہیں

ڈاکٹر محمد منظور عالم

ہندستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جہاں مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری کے آخری دور میں قدم رکھ دیا تھا۔ پھر دسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی یہاں باضابطہ سلطنت بن گئی۔ پندرہویں صدی میں مغلوں نے یہاں آکر ہندوستان کی تقدیر بدل دی۔ دنیا کی عظیم حکومتوں کے مقابلے میں ہندستان کو لا کھڑا کیا۔ اس کا رقبہ کئی ملکوں تک وسیع کردیا۔ آگے چل کر انگریزوں نے ملک پر قبضہ کرلیا تو مسلمانوں نے اس کے خلاف آزادی کی جنگ چھیڑ دی تحریک آزادی نے زور پکڑا تو برادران وطن نے بھرپور ساتھ دیا اور بالآخر 1947 میں ہندستان آزاد ہوگیا۔ ایک آزاد سیکولر اور جمہوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ تمام شہریوں کو بغیر کسی مذہبی، لسانی اور علاقائی تفریق کے یکساں حیثیت دی گئی۔ ہندو مسلم سکھ، عیسائی، دلت، پس ماندہ طبقات اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے ایک ساتھ رہنے کا عزم کیا، لیکن افسوس کہ ملک میں فرقہ پرست عناصر بھی اپنے پاؤں پھیلاتے رہے۔ نتیجے کے طور پر گاندھی جی کے قتل سے لے کر مسلم نسل کشی کے سانحے تک فرقہ پرستی کی دہشت اور بربریت کا ننگا ناچ نظر آتا ہے۔ ستر برسوں کے دوران ہندستان کی جمہوری تصویر کو بدلنے کی مسلسل کوششیں کی جاتی رہیں۔ اس لیے آج سماج میں نفرت اور فرقہ پرستی پنپ رہی ہے، مذہبی منافرت کو اہمیت دی جارہی ہے اور ہر وہ کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جس سے دستور ہند کی روح پامال کی جاسکے اور ہندوستان کی حقیقی تصویر کو دنیا کی نظروں میں پوری طرح بدلا جاسکے۔

یہاں یہ بات بہت اچھی طرح سے واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حالات کا مقابلہ کرنا، مشکلات کا سامنا کرنا، چیلنجز قبول کرنا اور اسلامی تعلیمات کو اپنا کر دنیا میں نہ صرف یہ کہ اپنا وجود باقی رکھنا بلکہ دنیا کی قیادت اور رہنمائی کے لیے خود کو تیار کرنا مسلمانوں کی نمایاں صفت رہی ہے۔ ہر دور میں مسلمانوں نے اس سمت کوشش کی ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے متعدد مواقع ملتے ہیں، جن میں ہمیں نظر آتا ہے کہ پورا عالم اسلام پژمردگی اور بربادی کی کگار پر تھا لیکن اچانک منظرنامہ بدلتا ہے اور دنیا کے نقشے پر کوئی عظیم رہنما یا کوئی عظیم معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کی معرکہ آراء کتاب تاریخ دعوت وعزیمت اسی بنیادی نکتے کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے کہ اسلام کے اندر ایسی روح کارفرما ہے، جو اپنے ماننے والوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ انھیں طویل مدت تک منظرنامے سے غائب رہنے نہیں دیتی۔ حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوجائیں، مسلمان کسی نہ کسی طرح اپنی سربلندی اور نشاۃ ثانیہ کا انتظام کر ہی لیتا ہے لیکن یہ سب کچھ ایمانی جرأت اور مومنانہ فراست کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں نے حوصلے سے کام نہیں لیا، حالات سے گھبرا کر بزدلی اختیار کرلی، حکمت سے کام لینے کے بجائے خوف اور ڈر کو خود پر سوار کرلیا تو انھیں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں یقین ہے کہ آج کے گئے گزرے حالات میں بھی ملت اسلامیہ کے اندر وہ اسلامی روح کارفرما ہے، جو اسلام کا طریقہ امتیاز اور اس کی اصل شناخت ہے۔ اس لیے ہم موجودہ حالات سے فکرمند تو ہیں لیکن مایوس قطعاً نہیں ہیں۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آپسی اتحاد واتفاق مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں اتحاد واتفاق کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا مسلمانوں کو واضح ارشاد ہے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں اختلاف مت پیدا کرو۔ اللہ تعالی کا پیغام اور اس کی تعلیمات وہدایات قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے۔ اس میں انسانوں کے لیے زندگی گذارنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عملی شکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی سیرت وتعلیمات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب وسنت کی بنیاد پر متحد ومتفق ہوں۔ اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ تمام مسلمان اپنی انفرادی رائے، اپنے اعتقادات اور خیالات سے دستبردار ہوجائیں، بلکہ اتحاد سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعتقادات پر قائم رہتے ہوئے مجموعی اتحاد کا ثبوت پیش کرے۔ اپنے فقہی وفروعی اختلاف کو عوامی پلیٹ فارم سے بیان کرنے سے گریز کرے۔ دوسروں کی رائے اور دلیل کے تئیں احترام، وسعت قلبی اور رواداری کا مظاہرہ کرے۔ تعصب سے پرہیز کرے کیوں کہ تعصب تنازع اور تصادم کو جنم دیتا ہے۔ اتحاد کی اہمیت کے ساتھ اللہ تعالی نے آپسی اختلاف وانتشار اور فخر وغرور کو مشرکوں کا شیوہ قرار دیا ہے۔

ہندستان کے موجودہ ماحول میں مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ برادران وطن سے بہتر تعلقات قائم کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اپنی خودداری، روایت اور اسلامی شعائر کے ساتھ ان سے ملاقاتیں کرنا، انھیں اپنے ہاں مدعو کرنا، ان کے ساتھ روابط بڑھانا اور ان کے ساتھ ہر مصیبت کے وقت میں کھڑے رہنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ ڈائیلاگ اور مذاکرات کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔ سیرت نبوی کے ایک اہم جزو ''حلف الفضول'' سے سبق لیتے ہوئے انسانی بنیادوں پر ہر ایک بھلائی اور ہر ایک کے مسائل سے دلچسپی رکھنی چاہیے اور حتی الامکان ان مسائل کو حل کرنے میں اپنا تعاون دینا چاہیے۔ لیکن ایسی کوششوں کے درمیان خود کو سنبھالنا اور خود پر قابو رکھنا بھی ضروری ہے۔ کسی سے مرعوب ومتاثر ہونے والے اور ملی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ذاتی مفاد کے تحت ایسی کوششیں کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوپاتے۔ ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ اقتدار اور حکومت میں موجود کچھ لوگ کمزوروں کو استعمال کرکے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم جانے انجانے میں ان کا آلہ کار بن جاتے ہیں۔ اس بات کا احساس تک نہیں کرپاتے ہیں کہ کہاں ہمارا استعمال کیا جارہا ہے؟ اور ہمارے اقدام سے کون فائدہ اٹھا رہا ہے؟ اس لیے ہر لحہ مومنانہ فراست کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

ہندستان کے موجودہ ماحول میں اس چیز کی بھی سخت ضرورت ہے کہ صوبائی ومرکزی حکومتوں سے اجتماعی روابط رکھے جائیں۔ ان روابط میں دانش مندی کا استعمال ضروری ہوگا۔ ہم ارباب حکومت سے خوف اور مرعوبیت سے پوری طرح خود کو بچاتے ہوئے برابری کے ساتھ بات کرنے کی جرأت پیدا کریں۔ ان لوگوں سے بھی بات چیت کے مواقع پیدا کریں جن کے بارے میں یہ واضح ہے کہ وہ نہ ملک کے دستور کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اقلیتوں کی اور نہ ملک کی جمہوری شناخت کی۔ ان ملاقاتوں میں خوف زدہ ہونے کے بجائے انھیں اپنے عمل، اپنی سوچ، اپنے عزم اور اپنی انسان دوستی کے اٹوٹ جذبے سے مرعوب کیا جائے۔ ایسا اسی وقت ہوسکے گا جب ہم مرعوبیت کا لبادہ اپنی پوری زندگی سے اتار پھینکیں گے۔

میں اس بات کو پورے زور کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے حالات ہمیں قرآن کریم کے ذریعے بیان کیے گئے وقار انسانی اور کرامت انسانی کے سبق کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ہمیں دستور ہند اور عظمت انسانی کے قرآنی سبق کو باہم مربوط کرکے مستقبل کی پالیسی ترتیب دینی ہوگی۔ اس مضبوط اور مربوط پالیسی کے ذریعے ہمیں سبھی انتشار کو ختم کرنے اور پس ماندہ طبقات کے ساتھ کھڑے ہونے کی تیاری کرنی ہوگی۔ میرا احساس ہے کہ زمینی سطح سے جڑے بغیر اور ملک کی عوام کو اپنا ہم نوا بنائے بغیر آگے کا سفر طے نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک ہم عوام کے مسائل اور الجھنوں کو اپنا مسئلہ نہ سمجھ لیں۔ اس کے لیے ہمیں ہر اچھے اور بھلے کام میں تعاون کرنے اور ہر برائی اور ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کا مزاج بنانا ہوگا۔

مسلم معاشرے کے اندر حفظان صحت، تعلیمی بیداری اور اعلی اخلاق وکردار سے مزین ہونے کا جذبہ پیدا کرنا بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، تعلیم کے بغیر نہ کوئی انقلاب آیا ہے اور نہ آسکتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے پرانے عزم کو سامنے رکھ کر کوشش کرنی ہوگی کہ 2050 تک کوئی مسلم بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے۔ اعلی تعلیمی میدانوں میں بالخصوص قانون، ٹکنالوجی اور میڈیا کے میدانوں کی طرف جانا ہوگا اور منظم منصوبے کے تحت اپنے نوجوانوں کو بالخصوص ان تین میدانوں میں کثرت کے ساتھ پہنچانا ہوگا۔ ہم لوگ اپنے انفرادی اور جماعتی تعلیمی وسائل وذرائع کو استعمال کرکے اپنے معاشرے میں قرض حسنہ کی اسکیم کو بڑھائیں اور اوسط درجے کی آمدنی کے وسائل کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں تو ملت کی معاشی بنیادوں کو زبردست تقویت پہنچائی جاسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک ہندوستانی کی حیثیت حاصل ہونے والے ووٹنگ کے حق کو بھی پورے شعور کے ساتھ استعمال کرنے کا مزاج بنانا ہوگا۔ اس سلسلے میں کونسل Tectical Election کا کامیاب تجربہ کرچکا ہے۔ میرے خیال سے اگر اس تجربے کو ملک بھر میں دہرایا جائے تو مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنی تہذیب وروایات کی عظیم تاریخ کو از سر نو مرتب کرکے اپنی قوم، اپنے ملک اور پوری دنیا کے سامنے پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ملک کے موجودہ سیاق میں جو چند باتیں کہی گئی ہیں، وہ موجودہ حالات کے لیے بھی ہیں اور مستقبل کی منصوبہ سازی کے لیے بھی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان تمام باتوں کو صحیح طور پر اسی وقت اختیار کیا جاسکے گا جب ہمارے اندر ایمانی فراست اور مومنانہ جرات کارفرما ہوگی۔ اس فراست وجرات کے بغیر کوئی سنگ میل طے نہیں کیا جاسکتا۔ اگر جرأت وفراست ہو تو راہیں خود بخود ہموار ہوتی چلی جاتی ہیں اور کام کرنے کا طریقہ اور نئے نئے منصوبے اپنے آپ ذہن کے دریچوں میں آنے لگتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو مومنانہ جرأت وفراست سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے اور نازک حالات میں عزم واستقلال کی تاریخ رقم کرنے کی روایت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غیرت ایمانی

☆ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالی سب سے زیادہ غیرت والے ہیں، اس کے بعد میں سب سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور مومن بھی غیرت مند ہوتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالی کو غیرت آتی ہے اور غیرت الٰہی یہ ہے کہ مومن محرمات کا ارتکاب کرے۔'' (بخاری کتاب النکاح، باب الغیرۃ)

☆ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے وہ زور بازو سے اسے روکے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو اسے دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی)

☆ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے، آپؐ نے فرمایا کہ چار عینی گواہ پیش کرے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے، وہاں بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ اگر میں ایسا دیکھ لوں تو میری غیرت برداشت نہ کرسکے گی، میں اسی وقت تلوار اٹھاؤں گا اور اس کے دو ٹکڑے کردوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعدؓ کی غیرت پر کیوں تعجب کرتے ہو؟ میں خود اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں، اور میری غیرت سے بڑھ کر خود اللہ رب العزت کی غیرت ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ظاہر وباطن کی تمام فواحش کو حرام قرار دیا ہے، کھلے طور پر کیے گئے ہوں یا پردہ پوشی کے ساتھ (بخاری ومسلم)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون فاطمہ بنت الاسد لائی گئی جس نے چوری کی تھی، آپؐ نے سزا دینے کا حکم دیا، معافی کی سفارش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے مقرر کردہ حدود میں سفارش کرتے ہو؟ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹا جاتا۔ (سنن نسائی)

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

سید محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

پاکستان: تحریک عدم اعتماد سے قبل عمران خان کا قوم سے خطاب

پاکستانی وزیراعظم عمران خان نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد قومی اسمبلی بحال ہونے اور ہفتہ کے روز ان کے خلاف ایوان میں تحریک عدم اعتماد پر ووٹنگ سے چند گھنٹے قبل جمعہ کی شب قوم سے خطاب کیا۔ عمران خان نے کہا کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہیں، تاہم انہیں اس فیصلے سے مایوسی ہوئی ہے۔ دریں اثنا، عمران خان نے ہندوستان کی تعریف کی اور کہا ہے بھارت ایک خود دار ملک ہے اور اس کی خارجہ پالیسی آزاد ہے۔ تیز کسی سپر پاور کی جرات نہیں جو بھارت کے خلاف بولے۔ بھارت روس سے تیل درآمد کر رہا ہے، لیکن کوئی اسے کچھ نہیں بول سکتا۔ قوم کے نام خطاب کے دوران سپریم کورٹ کے فیصلے پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے عمران خان نے کہا کہ ڈپٹی اسپیکر نے آئین کے آرٹیکل 5 کی روشنی میں رولنگ دی تھی، چونکہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہوئی تھی۔ سپریم کورٹ کو کم از کم اس معاملے کو دیکھنا چاہیے تھا! انہوں نے کہا کہ باہر سے کوئی مداخلت کر کے پاکستان کی حکومت کو گرا رہا ہے، سپریم کورٹ کم از کم اس مراسلے کو دیکھ تو لیتا، سپریم کورٹ کو دیکھنا چاہیے تھا کہ کیا ہم سچ بول رہے ہیں یا نہیں، عدالت میں مراسلے پر کوئی بات چیت ہی نہیں ہوئی۔

عمران خان نے کہا کہ امریکی آفیشل نے کہا کہ عدم اعتماد کامیاب نہ ہوئی تو نتیجہ خطرناک ہوگا، امریکی آفیشل کو پتہ تھا کس نے اچکن سلوار رکھی ہے، شرم کی بات ہے ارکان اسمبلی سے امریکی حکام ملاقات کرنے لگے، میرا سب سے بڑا جرم ہے کہ میں نے ڈرون حملے، افغان جنگ کی مخالفت کی، نواز، زرداری کے دور میں 400 ڈرون حملے ہوئے، دھرنے میں نے دیے۔ عمران خان نے کہا کہ ہماری خارجہ پالیسی وہ ہے کہ سب سے اچھے تعلقات رکھیں، عمران خان اینٹی امریکہ نہیں ہے لیکن ہم کوئی ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہونے والی قوم نہیں ہیں۔ (بحوالہ قومی آواز)

جماعت الدعوۃ کے سرغنہ حافظ سعید کو 31 سال قید کی سزا

کالعدم تنظیم جماعت الدعوۃ کے سربراہ حافظ سعید کو دو مقدمات میں مجموعی طور پر 31 سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ عدالت نے اس کے علاوہ حافظ پر جرمانہ بھی عائد کیا ہے اور اس کی جائیداد ضبطی کا بھی حکم سنایا ہے۔ پاکستانی میڈیا کے مطابق حافظ سعید کو سزا لاہور کی انسداد دہشت گردی عدالت (اے ٹی سی) نے سنائی ہے۔ خیال رہے حافظ سعید کو اقوام متحدہ کی جانب سے عالمی دہشت گرد قرار دیا گیا ہے۔ وہیں امریکہ نے اس کے سر پر 10 ملین امریکی ڈالر کا انعام رکھا ہوا ہے۔ حافظ سعید ممبئی میں سال 2008 میں ہونے والے دہشت گرد حملہ کا مطلوبہ ملزم ہے، اس حملہ میں تقریباً 161 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ پاکستان کی انسداد دہشت گردی عدالت سے حافظ سعید کو دیگر 5 معاملوں میں بھی 36 سال قید کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ حافظ سعید کو مجموعی طور پر 68 سال قید کی سزا سنائی جا چکی ہے تاہم یہ تمام سزائیں ایک ساتھ چلیں گی۔ (بحوالہ قومی آواز)

یوکرین کے ریلوے اسٹیشن پر راکٹ حملہ، 39 افراد ہلاک

مشرقی یوکرین کے کرمتورسک ریلوے اسٹیشن پر جمعہ کو روسی سیکورٹی فورسز کی طرف سے داغے گئے دو راکٹوں میں کم از کم 39 افراد ہلاک اور 87 زخمی ہو گئے۔ علاقائی گورنر پاؤلو کیرلینکو نے ٹیلی گرام پر کہا کہ اسٹیشن میں بے گھر لوگ زیادہ تھے، جن میں سے کئی کی حالت تشویشناک ہے۔ (یو این آئی)

برطانیہ نے پوتن کی بیٹیوں پر پابندی عائد کی

برطانیہ نے جمعہ کو روسی صدر ولادیمیر پوتن اور روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف کی بیٹیوں پر پابندی لگا دی ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ مسٹر پوتن کی بیٹیاں کٹرینا ولادیمیروونا تیخونووا اور ماریا ولادیمیروونا وورونسووا اور مسٹر لاوروف کی بیٹی یکاترینا سرجیونا وینوکوروا پر سفر پر پابندی عائد کی گئی ہے اور ان کے اثاثے منجمد کر دیے گئے ہیں۔ (یو این آئی)

تل ابیب میں دہشت گردانہ حملے میں دو افراد ہلاک، حملہ آور ڈھیر

اسرائیلی سلامتی دستوں (آئی ڈی ایف) نے ملک کے ساحلی شہر تل ابیب میں دو افراد کو گولی مار کر قتل کرنے والے حملہ آور کو مار گرایا ہے۔ ساحلی شہر تل ابیب کے وسطی حصے میں جمعرات کی رات ایک بندوق بردار نے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک اور دیگر چار شدید زخمی ہو گئے۔ (یو این آئی)

اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں روس کو معطل کرنے کی قرارداد منظور

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے جمعرات کو روس کو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل (یو این ایچ آر سی) سے معطل کرنے کی قرارداد منظور کر لی۔ قرارداد کے حق میں 93 ممالک نے ووٹ دیا جب کہ چین، کیوبا، بیلاروس، بولیویا، ویت نام سمیت 24 ممالک نے روس کو معطل کرنے کی تجویز کے خلاف ووٹ دیا۔ بھارت، پاکستان، قطر، میکسیکو، ملائیشیا، مالدیپ، عراق، اردن، جنوبی افریقہ، سری لنکا، متحدہ عرب امارات اور مصر سمیت 58 ممالک نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (یو این آئی)

پہلی مرتبہ ایک سیاہ فام خاتون امریکی سپریم کورٹ کی جج مقرر

کیتانجی براؤن جیکسن امریکی سپریم کورٹ کی پہلی سیاہ فام خاتون جج بن گئی ہیں۔ امریکی سینیٹ میں 51 سالہ کیتانجی کی تقرری کے لیے ہونے والی ووٹنگ میں انہیں 47 کے مقابلے میں 53 ووٹوں سے کامیابی حاصل ہوئی۔ ان میں ڈیموکریٹک پارٹی کے 50 ووٹوں کے ساتھ 3 ووٹ اپوزیشن ریپبلکن پارٹی کے بھی شامل ہیں۔ صدر جو بائیڈن نے اپنی صدارتی مہم کے دوران ایک سیاہ فام خاتون کو سپریم کورٹ کا جج مقرر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ سینیٹ کی اس کارروائی کی صدارت نائب صدر کملا ہیرس کر رہی تھیں۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

شمالی علاقہ جات میں ایووکیڈو کی کاشت کے کامیاب تجربات

ہل فروٹ اسٹیشن مری اور ملحقہ علاقہ جات میں پاکستانی محققین نے مقامی باغبانوں کی مدد سے ایووکیڈو، چیسٹ نٹ اور ہیزل نٹ کی کاشت کے کامیاب تجربات کیے ہیں، جو باغبانوں کے لیے خاطر خواہ منافع کمانے کا سبب بن رہے ہیں۔ پاکستان میں اگنے والے پھل اپنے لذیذ ذائقے اور اعلیٰ معیار کے باعث دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ پاکستان کھجور، آم اور امرود وغیرہ کی برآمدات سے کافی زرمبادلہ کماتا ہے۔ مگر چند انتہائی اہمیت کے حامل پھل جیسے ایووکیڈو، چیسٹ نٹ، ہیزل نٹ وغیرہ ابھی تک پاکستان کی صنعتِ باغبانی میں زیادہ اہمیت حاصل نہیں کر سکے حالانکہ پہاڑی علاقے خصوصاً پاکستان کے شمالی علاقہ جات ان پھلوں کی پیداوار کے لیے انتہائی سازگار ہیں۔ پاکستان ہل فروٹ اسٹیشن مری، بالاکوٹ اوران سے ملحقہ علاقوں میں پچھلے ایک عشرے کے دوران ہونے والی موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث کچھ علاقوں کا موسم مرطوب ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد افضل نے ہل فروٹ اسٹیشن مری پر دورانِ تحقیق ایووکیڈو کی کاشت کے تجربات کیے، جو ان کی توقع سے زیادہ کامیاب ثابت ہوئے۔ اس کے بعد وہاں چیسٹ نٹ، ہیزل نٹ اور دیگر پھلوں کی کاشت کا بھی آغاز کیا گیا ہے۔ ایووکیڈو ایک انتہائی مفید پھل ہے دنیا بھر میں اس کی سب سے زیادہ پیداوار امریکہ، میکسیکو اور برازیل میں ہو رہی ہے جبکہ معتدل موسم والے کئی دیگر ممالک جیسے جنوبی افریقہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ویسٹ انڈیز وغیرہ میں بھی بتدریج ایووکیڈو کی کاشت کا رقبہ بڑھا رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں ایووکیڈو روزانہ کی غذا خصوصاً ناشتے کا ایک اہم حصہ ہے، اس میں کئی اہم معدنیات، پروٹین، وٹامن اور چکنائی پائی جاتی ہے، جس کے باعث ماہر غذائیات اسے ڈائٹ فوڈ میں ضرور شامل کرتے ہیں۔ ایووکیڈو کو کاشت کرنے کا آسان ترین طریقہ اس کے بیج ہیں مگر تخمی پودے اچھی نسل کے نہیں ہوتے۔ لہذا ان کی درست افزائش کے لیے پیوندکاری کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر اس کے بیج کا چھلکا اتار دیا جائے تو اس کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

ہندوستانی عدالتی نظام کیسے کرتا ہے کام؟ کیسے ہوتی ہے ججوں کی تقرری؟

ہندوستانی انتظامیہ تین ستونوں پر قائم ہے- مقننہ، عاملہ اور عدلیہ۔ ہندوستانی عدلیہ کے تحت کئی عدالتیں ہیں جو آئین میں درج قوانین کی تشریح اور ان کا اطلاق کرتی ہیں۔ ہندوستانی عدلیہ کو معاملات کو حل کرنے کے لیے کئی سطحوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں سپریم کورٹ شامل ہے جو کہ ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت ہے، اس کے بعد ہائی کورٹ کا نمبر ہے، اس کے بعد سول کورٹس، پھر گاؤں کی عدالتیں، فوجداری عدالتیں، اور ٹربیونل شامل ہیں۔

عدلیہ کا کردار کیا ہے ؟: ہندوستانی عدلیہ ایک آزاد ادارہ ہے جو معاشرے میں افراد، گروہوں، حکومتوں کے درمیان یا افراد اور حکومتوں وغیرہ کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کرتا ہے۔ جس میں قانون کی حکمرانی کے اصول پر زور دیا جاتا ہے۔ قانون کی حکمرانی کے اس خیال کا مطلب یہ ہے کہ تمام افراد (امیر اور غریب، مرد ہوں یا عورت، اعلیٰ یا پسماندہ ذاتیں) ایک ہی قانون کے تابع ہیں۔

ہندوستان میں عدالتوں کی اقسام: ہندوستان میں عدلیہ کا ڈھانچہ متنوع ہے جس میں سب سے اوپر سپریم کورٹ، اس کے نیچے ہائی کورٹس، اس کے بعد ضلعی اور ماتحت عدالتیں سب سے نچلی سطح پر ہیں۔ نچلی عدالتیں اعلیٰ عدالتوں کی براہ راست نگرانی میں کام کرتی ہیں۔

سپریم کورٹ: ملک کی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ 28 جنوری 1950 کو تشکیل دی گئی تھی۔ یہ اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت ہے اور اس میں اصل مقدمات اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کی اپیلیں دونوں ہوتی ہیں۔ یہ چیف جسٹس آف انڈیا اور دیگر ججوں پر مشتمل ہے۔ چیف جسٹس آف انڈیا (CJI) کا عہدہ فی الحال این وی رمنا کے پاس ہے۔ انہیں 48 ویں CJI کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے آئین کی دفعات 124 تا 147 سپریم کورٹ کے اختیارات کو متعین کرتی ہیں۔ سپریم کورٹ ہائی کورٹس کے ججوں کا تبادلہ کر سکتا ہے، یہ کسی بھی کیس کو ہائی کورٹ سے خود یا ایک ہائی کورٹ سے دوسرے میں منتقل کر سکتا ہے۔

ہائی کورٹس: ہائی کورٹس ریاستی سطح پر اعلیٰ ترین عدالتی ادارے ہیں۔ آئین کی دفعہ 214 ہائی کورٹس کے اختیارات کا تعین کرتی ہے۔ یہ نچلی عدالتوں سے اپیلوں کی سماعت کرنے، بنیادی حقوق کی بحالی کے لیے رٹ جاری کرنے اور ریاست کے دائرہ اختیار میں مقدمات کو نمٹانے کا مجاز ہے۔ اس وقت ہندوستان میں 25 ہائی کورٹ ہیں۔ ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر ہندوستان کے صدر کے ذریعہ ہندوستان کے CJI اور HC کے اور ریاست کے گورنر کے ساتھ مشاورت کے بعد کیا جاتا ہے۔

ضلعی عدالتیں: اس قسم کی عدالت ضلعی سطح کے مقدمات کا حل کرتی ہے۔ ریاستی حکومتوں کے ذریعہ قائم کردہ، یہ ہائی کورٹ کے فیصلوں کے پابند ہیں۔ ہر ضلع میں عام طور پر دو قسم کی عدالتیں ہوتی ہیں، جس میں دیوانی اور فوجداری عدالتیں شامل ہیں۔ (بحوالہ نیوز ۔۱۸)

جے ای ای مین امتحان کی نئی تاریخ کا اعلان

نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی نے جے ای ای (JEE) مین امتحان 2022 کی نئی تاریخوں کا اعلان کر دیا ہے، یہ امتحانات اب 20 جون سے شروع ہوں گے۔ منگل کو نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کے مشترکہ داخلہ امتحان (جے ای ای) کے اپریل سیشن کے لیے رجسٹر کرنے کا آخری موقع تھا۔ جے ای ای مین امتحان 2022 کا ایڈمٹ کارڈ 15 اپریل 2022 تک جاری کیا جا سکتا ہے۔ نوٹس میں کہا گیا ہے کہ امتحان کے ایڈمٹ کارڈ اپریل کے دوسرے ہفتے میں جاری کیے جائیں گے۔ امتحان کی سٹی انٹیمیشن سلپ بھی ایڈمٹ کارڈ سے پہلے جاری کی جائے گی۔ نظر ثانی شدہ شیڈول کے مطابق، تعلیمی سال 2022-23 کے لیے جے ای ای (مین) 2022 کا پہلا سیشن 21، 24، 25، 29 اپریل 2022 اور یکم اور 4 مئی 2022 کو منعقد ہوگا۔ تازہ ترین اپ ڈیٹس کے لیے NTA کی آفیشل ویب سائٹس www.nta.ac.in اور https://jeemain.nta.nic.in کو دیکھتے رہیں۔ (بحوالہ نیوز ۱۸)

ملی سرگرمیاں

رمضان عبادت، صبر، ہمدردی، اخوت، ایثار اور غم خواری کا مہینہ: مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

رمضان المبارک کے موقع پر امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا قوم کے نام اہم پیغام

امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو رمضان کی مبارک باد دیتے ہوئے اپنے پیغام میں کہا کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آگیا ہے، آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے، اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کے لیے اس ماہ کو خیر وبرکت کا ذریعہ بنائیں: یہ مہینہ قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے، جو ساری انسانیت کے لیے سراپا ہدایت اور رحمت ہے، جسے اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس ماہ میں مسلمانوں کو قرآن پاک کی تلاوت، تراویح کے اہتمام کے ساتھ قرآنی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے کا عہد بھی کرنا چاہئے۔ اسی طرح قرآن کریم کے ادارے اور تعلیم گاہوں کے قیام کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں، اس ماہ میں کی گئی عبادتوں کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، خاص طور پر افطار وسحر کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس لیے اس ماہ میں دعاؤں کا اہتمام کثرت سے کرنا چاہئے۔ نہ صرف اپنے لیے بلکہ ایک ایک انسان کی ہدایت اور خیر کی دعا رب تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔ یہ مہینہ صبر اور تحمل کا ہے، معاملات میں صبر وبرداشت کی عادت ڈالنی چاہیے، یہ مہینہ ہمدردی، اخوت، ایثار اور غم خواری اور غریبوں کے کام آنے کا مہینہ ہے۔ اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کے اہتمام کے ساتھ صدقات نافلہ کی بھی کثرت کرنی چاہئے۔ حضرت امیر شریعت نے اس موقع سے اہل خیر حضرات سے اپیل کی کہ مدارس اسلامیہ، ملی اور مذہبی جماعتیں دین کے قلعے ہیں، ان کا تحفظ اور تعاون حد درجہ ضروری ہے۔ اس لیے دل کھول کر ان اداروں کی مدد کریں، اداروں کی طرف سے آنے والے محصلین اور سفراء کا اکرام کریں۔ نیز غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا بھی خاص خیال رکھیں۔

رمضان اور روزہ انسانیت کو باکمال بنانے کا ذریعہ: مولانا محمد شبلی القاسمی

رمضان المبارک کے موقع پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کا پیغام قوم کے نام

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر پورے ملک کے لوگوں کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا ہے، یہ مہینہ سب سے افضل ہے، اور خصوصی انعام کا ہے، جس میں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار انوار وتجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور انعام واکرام کی خاص بارش ہوتی ہے، نفل عبادتوں کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں، برکتوں اور عنایتوں کا ہوتا ہے۔ بے شمار انوار وتجلیات الٰہی کا ظہور اس مہینہ میں ہوتا رہتا ہے، گویا کہ یہ مہینہ سراپا خیر وبرکت کا ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ سرکش شیاطین کو قید کرکے بندوں کو یکسوئی سے عبادت میں مشغول

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

رہنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ہر آن اللہ کی رحمتوں سے دامن کو بھرنے کا موقع ملتا ہے، روزہ، تراویح، اعتکاف، تہجد، تلاوت قرآن، شب قدر، افطار وسحر ہر ایک کی فضیلت احادیث میں کثرت سے بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے تین عشرے اللہ تعالیٰ کے تین مختلف انعام کے ہیں، پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔ اس ماہ کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی مقدس کتاب اس ماہ میں نازل کی، جس میں ساری کائنات کا خیر اور تمام انسانیت کی ہدایت موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ وہ انسان بد بخت ہے جس کو رمضان کا مہینہ میسر ہوا اور اس نے اس کا فائدہ نہ اٹھایا اور اللہ سے مغفرت کا پروانہ حاصل نہ کرسکا۔ اس لیے ہم سب کو چاہئے کہ رمضان کے مہینہ کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور اس مہینہ میں جو انعامات اللہ نے رکھے ہیں انہیں حاصل کریں۔ اس ماہ کے روزہ کو اللہ نے فرض کیا ہے جس کا مقصد تقویٰ وپرہیز گاری پیدا کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دن ورات کے اوقات کے نظام کو سنت کے مطابق بنا کر اس پر عمل کریں تاکہ روزہ کی مکمل رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوں۔ لوگوں کو چاہئے کہ عام دنوں کے مقابلے میں عبادت کے لیے کچھ زیادہ وقت فارغ کریں، روزانہ تلاوت قرآن، نماز واذکار کے لیے کم از کم آٹھ گھنٹے فارغ کر کے اپنے پورے گھر کے نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ صرف بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ بدن کے ہر حصہ کے لیے روزہ ہے، اس لیے زبان سے ناپسندیدہ بات نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، چغلی وغیبت نہ کرے، بہتان تراشی اور گالی گلوج نہ کرے، کسی کو جھڑکے نہیں، کسی کو اپنی زبان سے تکلیف نہ پہونچائے، ناپسندیدہ چیزوں کی طرف نظر نہ کرے، ہاتھ سے کوئی گناہ کا کام نہ کرے، کسی کو پریشان نہ کرے، اپنے ہاتھ کے ذریعہ بندگان خدا کی تکلیف کا باعث نہ بنے، ناپسندیدہ جگہ پر قدم نہ رکھے، غرض کہ ہر طرح کے گناہ سے اپنے آپ کو باز رکھے۔ خیر کے کاموں میں، نماز وتلاوت، ذکر وتراویح، تہجد، اعتکاف، صدقات وخیرات، ضرورت مندوں کی مدد، حاجت مندوں کی حاجت روائی وغیرہ میں مشغول رکھے، تب جا کر روزہ کا اصلی حق ادا ہو گا۔ روزہ، تراویح اور تلاوت قرآن کے ساتھ گناہ کے کاموں سے سخت پرہیز کریں۔ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ روزہ صرف بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے کا نام ہے۔ اس لیے ہم سب کو اپنے جسم کے تمام اعضاء کو گناہ سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ روزہ کی عبادت مکمل ہو سکے۔ یہ صبر وتحمل اور خیر و برکت کا مہینہ ہے، اس لیے اس طرف خصوصی توجہ دیں۔

اسی کے ساتھ ہی یہ مہینہ غم خواری، حاجت روائی اور ضرورت مندوں کی مدد کا بھی ہے، اس لیے اپنے آس پاس کے غرباء اور ضرورت مندوں کا خاص خیال رکھیں، روزہ داروں کو افطار کرانے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے، اس لیے ضرورت مند روزہ داروں کو حتی الوسع افطار ضرور کرایا کریں، دروازے پر جو بھی سائل آئے اس کی کچھ نہ کچھ امداد کیا کریں، خاص طور پر دینی مدارس کے ذمہ داران اس موقع پر اداروں کے مالی تعاون کے لیے آتے ہیں، ان سے خوش خلقی کا برتاؤ کریں اور جہاں تک ممکن ہو اداروں کا تعاون کریں۔ اس مہینہ کا ہر لمحہ بڑا قیمتی ہے، ان قیمتی لمحات کی قدر کرنی چاہئے، اللہ کی رحمت اس مہینہ میں جس طرح بے پناہ برستی ہے، اس طرح کسی اور مہینہ میں نہیں برستی، ان رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرنا چاہئے، کاہلی، سستی، نفس پروری، اور بے کار کاموں میں اتنا سنہرا موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو رمضان المبارک کی

ہندوستان میں تیزی سے بڑھ رہا اسلاموفوبیا

رام پنیانی

حال میں یو این او (اقوام متحدہ) کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد پاس کر یہ اعلان کیا کہ ۱۵/مارچ پوری دنیا میں ''کامبیٹ اسلاموفوبیا'' (اسلام کو ایک ڈراؤنے مذہب کی شکل میں پیش کرنے کی مخالفت) کے خصوصی دن کے طور پر منایا جائے گا۔ حالانکہ اس قرارداد کو اتفاق رائے سے پاس کیا گیا، لیکن ہندوستان نے کہا کہ اس کا ماننا ہے کہ کسی ایک مذہب کے تئیں خوف کے جذبہ کو بین الاقوامی دن کی شکل میں منائے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلاموفوبیا لفظ کے وسیع استعمال کی شروعات نائین الیون (۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء) کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہوئے حملے سے ہوئی۔ اس دہشت گردانہ حملے کے بعد امریکی میڈیا نے ''اسلامی دہشت گردی'' لفظ کو متعارف کیا۔ دیگر ممالک کی میڈیا کے ایک بڑے حصے نے اس لفظ کا استعمال کرنا شروع کر دیا اور دھیرے دھیرے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا ماحول بننے لگا، ہندوستان میں اسلاموفوبیا کا اثر دیگر ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ ہندوستان میں فرقہ وارانہ سیاست کے سبب اسلاموفوبیا بہت تیزی سے بڑھا ہے، مسلمانوں اور اسلام کے تئیں نفرت کے جذبہ کی جڑیں انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' کی پالیسی میں ہیں، انگریزوں نے فرقہ واریت پر مبنی نظریہ سے تاریخ کو نئے سرے سے لکھا، اس میں راجاؤں کو ملکیت اور حکمرانی کی چاہت رکھنے والے جنگجوؤں کی جگہ اپنے اپنے مذاہب کے علمبرداروں کی شکل میں پیش کیا گیا۔ ہندو مہاسبھا اور آر ایس ایس نے مسلمانوں کو دشمن کی شکل میں دکھانا شروع کر دیا، مجموعی طور پر عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے عروج کے کافی پہلے سے یہ ہندوستان میں موجود تھا۔

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو منہدم کیا گیا، اس کے بعد گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا، جس کے نتیجے میں ان کے اپنی اپنی الگ بستیوں میں سمٹنے کی روش کو فروغ ملا۔ اکثریتوں کے تشدد کے سبب مسلمانوں کے ایک گھیرے میں سمٹتے جانے سے ان کی سماجی حیثیت کمزور ہوتی چلی گئی۔ مسلم طبقہ کے ضدی افراد کو اکثریتی طبقہ سے جڑی تنظیمیں اور پارٹیاں لگاتار اسلحہ دستیاب کروا رہی ہیں۔

ہندوستان نے اقوام متحدہ کی قرارداد پر اپنا اعتراض درج کرایا ہے، یہ اعتراض ہندوستان میں مسلم اقلیتوں کی حالت سے قطعی میل نہیں کھاتا۔ یہ بھی درست ہے کہ مسلم طبقہ میں کچھ شدت پسند عناصر ہیں جو اسلام کے نام پر اکثریتی کٹر پسندانہ سیاست کی آگ میں گھی ڈالتے رہتے ہیں۔ کرناٹک میں حجاب کے ایشو پر زبردست تنازعہ ہوا۔ تقریباً سبھی حقوق انسانی کی تنظیموں نے خواتین کے حجاب پہننے یا نہ پہننے کے حق کی وکالت کی، ہندوستان میں مسلم طالبات کئی دہائیوں سے حجاب پہنتی آرہی ہیں، ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ اب تک ہوتا یہ تھا کہ وہ اپنے اسکول یا کالج پہنچنے کے بعد حجاب اتار دیتی تھیں اور پھر اپنی کلاس میں جاتی تھیں، کرناٹک میں تنازعہ اس لیے شروع ہوا کیونکہ کچھ لڑکیوں نے کلاس کے اندر بھی حجاب پہننے کی ضد پکڑ لی۔ ظاہر ہے کہ اس سے ہندو فرقہ پرست عناصر کو بہانہ مل گیا اور ان کے بہکاوے میں آکر ہندو طلبہ بھگوا شال اوڑھ کر تعلیمی اداروں میں پہنچنے لگے، اس کے بعد معاملہ عدالت میں چلا گیا۔ فرقہ واریت کا رتھ لگاتار چل رہا ہے۔ پورے ملک میں اور خصوصاً کرناٹک میں نفرت بھری تقریر ہو رہی ہے، مسلم کاروباریوں کے بائیکاٹ کی اپیلیں ہو رہی ہیں، عوامی مقامات پر نماز ادا کرنے کی مخالفت ہو رہی ہے اور مسجدوں سے لاؤڈ اسپیکر ہٹانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ نفرت پھیلانے والی باتیں کہنا بہت عام ہو گیا ہے۔ ایک عدالت نے تو یہاں تک کہا کہ اگر ایسی بات ''مسکراتے ہوئے'' کہی جائیں تو وہ جرم کے درجہ میں نہیں آتیں۔ برسر اقتدار پارٹی مسلمانوں کے خلاف نفرت کو فروغ دینا چاہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ''گولی مارو'' کا نعرہ دینے والے انوراگ ٹھاکر کو پرموشن دے کر کابینہ وزیر بنایا گیا، ڈاسنا دیوی مندر کے پجاری یتی نرسنہانند کی زبان سے زہریلی بولی لگاتار نکل رہی ہے، ہریدوار میں دھرم سنسد نے مسلمانوں کے قتل عام کا اعلان کیا اور وزیر اعظم خاموشی اختیار کیے رہے۔

حال ہی میں دہلی میں منعقد ایک مہاپنچایت میں مسلم مخالف نعرے لگائے گئے اور یتی نرسنہانند نے کہا کہ ہندوؤں کو اسلحہ اٹھانا چاہیے اور یہ بھی کہ اگر کوئی مسلمان وزیر اعظم بن گیا تو اس سے مذہب تبدیلی کا خطرہ بڑھے گا۔ اسی مہاپنچایت میں ''سدرشن ٹی وی'' کے چیف سریش چوہانکے نے بھی اقلیتی طبقہ کے خلاف زہر اگلا۔ ہندوتوا تنظیموں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہندو مندروں کے آس پاس اور ہندو مذہبی میلوں میں مسلم کاروباریوں کو اپنی دکانیں وغیرہ نہیں لگانے دی جانی چاہیے، یہ اچھی بات ہے کہ بی جے پی کے ہی دو لیڈروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور بایوٹیکنالوجی کمپنی بایوکان کی بانی کرن مجومدار شا نے ٹوئٹر پر کرناٹک حکومت کی ''فرقہ وارانہ بائیکاٹ'' کی پالیسی کی تنقید کی ہے۔ کرناٹک میں فرقہ وارانہ محاذ پر بہت کچھ ہو رہا ہے، ریاست کے نئے وزیر اعلیٰ سماج کو فرقہ وارانہ بنیاد پر تقسیم کرنے کے لیے کمر کس چکے ہیں۔ کرناٹک اسمبلی نے ''دھرم سواتنتر بل'' (مذہبی آزادی بل) پاس کیا ہے جس کا اصل مقصد مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنا ہے، ہریانہ کے وزیر اعلیٰ بھی کرناٹک کے نقش قدم پر چلنے کو بے صبر ہیں۔ مسلم طبقہ کی معاشی ریڑھ توڑنے کے لیے کئی طریقے تلاش کیے جا رہے ہیں، الگ الگ بہانوں سے مسلم کاروباریوں کا بائیکاٹ کرنے کی اپیلیں کی جا رہی ہیں۔ کرناٹک کے شموگا میں بجرنگ دل کارکنان نے ایک گوشت دکاندار پر حلال گوشت کے معاملے میں حملہ کر دیا۔ ''حلال'' لفظ کا عربی زبان میں مطلب ہوتا ہے جائز یا مناسب۔ یہ اسلام کے مذہبی اصولوں کے حساب سے ذبح کیے گئے جانور کا گوشت ہوتا ہے۔ لیکن پورے ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی یہ گوشت خریدتے ہیں۔ اس معاملے میں گرفتار کیے گئے بجرنگ دل کے پانچ کارکنان کو آسانی سے ضمانت مل گئی، لیکن امن کی بات کرنے والے فادر اسٹین سوامی کو ضمانت نہیں ملی اور نہ ہی عمر خالد کو۔ اتر پردیش میں نوراتری کے دوران گوشت پر پابندی لگانے کا مطالبہ اٹھا تھا، خوش قسمتی سے یہ زیادہ زور نہیں پکڑ سکا، کچھ وقت پہلے ممبئی میں جین تہوار ''پریوشن'' پر بھی اسی طرح کی پابندی لگانے کی بات کہی گئی تھی۔ یہ سب اقلیتوں کے خلاف نفرت کے ماحول کا نتیجہ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت ہند کو اقوام متحدہ کے ۱۵/مارچ کو یوم کامبیٹ اسلاموفوبیا کی شکل میں منائے جانے پر اعتراض کیوں تھا۔

Scanned with CamScanner

اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت

پروفیسر رئیس انور

تقریظ اور تبصرہ لکھنے کا عمل کسی حد تک ایک جیسا ہے۔ دونوں کا تعلق تخلیقی، نیم تخلیقی اور غیر تخلیقی نگارشات سے ہے اور دونوں میں نگارشات پر تنقیدی و تحقیقی نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ ان کے موضوع اور مواد اور زبان واسلوب کی خوبیوں، خامیوں اور ادبی اہمیت و وقعت کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

تقریظ اور تبصرہ کی تعریف اور دائرہ کار کے جائزے سے دونوں کے درمیان کا فرق بھی سامنے آجاتا ہے۔ کسی کتاب کی طباعت سے پہلے اس کے مسودے پر تقریظ لکھنے کی ایک پرانی روایت ہے۔ عربی میں تقریظ کے معنی ہیں کسی زندہ شخصیت کی مبالغہ آمیز تعریف۔" اس لیے تقریظ میں متن اور مصنف دونوں کی تعریف و تحسین کی پوری گنجائش ہے۔ اس کے برخلاف تبصرہ بالعموم کتاب کی طباعت کے بعد وجود میں آتا ہے، مختصر رائے یا اظہار پسندیدگی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ تقریظ کی طرح اس کا دائرہ کار محدود نہیں ہوتا ہے۔ اس میں محض متن اور مصنف سے بحث نہیں ہوتی ہے، بلکہ کتاب کی معروضی تفصیل مثلاً گیٹ آپ، گرد پوش کے ڈیزائین، سرورق، تعداد وسال اشاعت، قیمت، سطر، کاغذ کی قسم اور صفحات کے اعداد وشمار پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انتساب، فہرست ابواب/ مضامین عنوانات/ مصارع وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے نیز مصنف یا مرتب کی لکھی ہوئی تمہید اور کسی دوسرے کی لکھی ہوئی تقریظ مضمون کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے۔ ان ضمنی تفصیلات و مشمولات کے لیکھا جوکھا سے کتاب کا خارجی، صوری یا معروضی تعارف مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد تبصرے کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جسے داخلی، معنوی یا موضوعی حصہ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں کتاب کے نثری یا شعری متن کا سرسری جائزہ لیا جاتا ہے، مگر اس جائزے میں تنقید و تحقیق کے اصولوں کی زیادہ پابندی نہیں ہوتی ہے۔ خوبیوں اور خامیوں کی ہلکی پھلکی نشاندہی کردی جاتی ہے یا اشاروں کنایوں سے کام نکالا جاتا ہے، دراصل مبصر مثبت رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس کا مقصد محض کیڑے نکالنا یا تنقیص نہیں ہوتا۔ اس کا مطمح نظر مصنف کی حتی الامکان حوصلہ افزائی ہوتا ہے، اس لیے نہ وہ نقاد کی طرح متعلقہ متن کے بنیادی اور اصولی نکتوں پر گفتگو کرتا ہے، نہ عبارت کی تعبیر تفہیم سے کھل کر بحث کرتا ہے، نہ تقریظ نگار کی طرح ان امور کا رطب اللسان ہوتا ہے اور نہ محقق کی طرح علم وآگہی کی دھاک بٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔

جہاں تک کسی ادبی تصنیف پر تبصرے کا تعلق ہے، اس کی ساخت، ہیئت اور صنفی مبادیات پر اظہار خیال کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی، مگر ترتیب، تالیف اور تدوین کے نمونے پر تبصرہ کرتے ہوئے مبصر کے لئے اس کے اصول وضوابط کے اطلاقی پہلوؤں کی جانچ پرکھ کرنا لازمی ہے۔ حقائق اور اقتباسات کی پیش کش نیز استخراج نتائج پر بھی توجہ دینا واجب ہے۔

ان علمی وادبی مرحلوں سے گزرنے کے بعد کتاب کی خارجی اور داخلی کیفیات کا ایک گوشوارہ تیار ہوتا ہے جس میں محاسبہ، جائزہ، تنقید، تاثر اور رائے زنی کے کئی رنگ جھلملاتے ہیں اور کتاب کی صوری ومعنوی عکس ریزی ہوتی ہے، مگر عملی اور اطلاقی سطح پر تبصرہ نگاری نہایت صبر آزما شغل ہے، اس میں نزاکتیں بھی ہیں اور دقتیں بھی۔ یہ ایک طرف ہمہ جہت مطالعے علمی سوجھ بوجھ اور معاملہ فہمی کا متقاضی ہے اور دوسری طرف جائزے اور اظہار رائے میں تحمل اور احتیاط کا طلب گار ہے۔ کبھی کبھی مبصر دبدھے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ "خیال خاطر احباب" اور "حرف غلط کے پس و پیش سے بچ کر نکلنا بڑی آزمائش ہے۔ اس نازک مرحلے میں تبصرہ نگاری ایک سنجیدہ علمی ریاضت ہو جاتی ہے جو اس کے حدود متعین کرتے ہوئے تبصرے کو تحقیقی وتنقیدی مضمون بننے دیتی ہے، ایسے موقع پر مبصر کی پختہ شعوری اور تحریری مہارت کھل کر سامنے آتی ہے اور اس کے ذوق جمال اور حس لطیف کا مظہر بنتی ہے۔ اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت خاصی پرانی ہے۔ شعرائے اردو کے تذکروں میں یک سطری تبصرے اس کے اولین نقوش ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر میں کسی قدر تفصیل سے رائے زنی کی شروعات ہوئی جس میں متن کے موضوع و مواد سے واسطہ ہوتا تھا۔ بیسویں صدی میں اس کا کینڈا درست ہوا اور اردو کے نامور محققین اور ناقدین نے تبصرہ نگاری پر توجہ دی۔ اس ضمن میں سب سے پہلے قاضی عبدالودود کا ذکر مناسب ہوگا، ان کے پر مغز حقیقی تبصروں سے ایک معیار ابھر کر سامنے آیا۔ دیکھئے ان کے تبصرے کا اقتباس:

بعض کتابوں کے حوالے اس طرح دیئے ہیں کہ پڑھنے والا لازماً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ مصنف ان کے ذاتی مطالعے کے مدعی ہیں؛ لیکن بہار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی ان کی نظر سے گزری ہے، سفینہ خوش گو انہوں نے دیکھا ہوتا تو صفحہ ۱۱۲ میں اسے اردو شاعری کا تذکرہ نہ کہتے۔ نوائے وطن انہوں نے پڑھی ہوتی تو بہار اس کے حوالوں سے بھری ہوتی ((بحوالہ مقالات قاضی عبدالودود، جلد اول، ص ۳)

قاضی صاحب اپنے معاصر پر لکھ رہے ہوں یا بزرگ پر، ان کا قلم بڑی برق رفتاری اور بے باکی سے منزل حق کی طرف گامزن رہتا ہے۔ وسعت مطالعہ اور سائنٹلک انداز تحقیق کی شعائیں قبروں میں جا بجا ملتی ہیں۔

"میرے خیال میں ان کے مضامین کا سب سے اہم حصہ وہ تبصرے ہیں جو وقتاً فوقتاً لکھتے رہے ہیں۔ انہیں تبصروں میں ان کے جوہر کھلتے ہیں ...... ان کا ایک ایک شجرہ، ایک ایک مقالہ کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ (بحوالہ مقالات قاضی عبدالودود، جلد اول، ص ۳۱)

کلیم الدین احمد نے بھی کئی تخلیقی وتنقیدی کتابوں پر تبصرے کئے، جو اکثر معاصر پٹنہ میں شائع ہوئے، ان کے چند تبصرے مجموعہ مضامین سخن ہائے گفتنی" میں شامل ہیں۔ وہ بھی تفصیلی تبصرے لکھتے ہیں، مگر قاضی صاحب کی طرح ان کی نوعیت تحقیقی نہیں تنقیدی ہے۔ اگر تبصروں کے ابتدائی معروضی حصے کو پوشیدہ رکھا جائے تو ان کی حیثیت تنقیدی مقالے کی ہو جائے گی۔ آصف علی کے شعری مجموعے پرچھائیں" سے تبصرے کے اس اقتباس سے تنقید و تجزیہ کا وہی انداز عیاں ہے، جس کا آغاز ان کی مشہور کتاب "اردو شاعری پر ایک نظر" سے ہوا تھا: آصف علی صاحب الفاظ سے کھیلتے ہیں، لفظوں کی الٹ پھیر میں انہیں خوشی معلوم ہوتی ہے۔ تمام الفاظ کا جال پھیلا ہوتا ہے۔ اس جال میں رنگینی ہے، چمک ہے جو اپنی طرف نظر کو کھینچ لیتی ہے، کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ پرچھائیں میں خیالات نہیں لیکن یہ خیال نئے یا گہرے نہیں ہیں۔" (معاصر حصہ ۲ پٹنہ جنوری ۱۹۵۲ء) ان کی سخت گیری کے برعکس مشہور مارکسی نقاد محمد حسن تبصرے میں مثبت انداز اختیار کرتے ہیں، ان کے تبصرے کا یہ معروضی حصہ دیکھئے جگمگاتے سرورق اور روشن طباعت والی ان کتابوں کو دیکھنے سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے۔ قیمتیں بھی اس بار کم ہیں، کتابت بھی بہتر ہے، غلطیاں بہت کم ہیں۔ (عصری ادب، دہلی، ۳۰-۲۹ مئی۔ اگست ۱۹۷۷) وہ اس انداز سے قلمکار کی ستائش کرتے ہیں۔ دیکھئے اپنے ایک اہم معاصر نقاد اور محقق کو کس طرح سراہتے ہیں: جمیل جالبی کا یہ کارنامہ اس اعتبار سے بھی لائق ستائش ہے کہ پہلی بار دکنی ادب کو محض تحقیق کے بجائے ادبی تنقید و تجزیے کا موضوع سمجھا گیا۔ انہوں نے محض بال کی کھال نہیں نکالی ہے بلکہ دکنی ادب میں فکر وفن کے سانچوں کے بکھراؤ میں ربط وارتقا کا کوئی معقول جواز تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ "ماہنامہ 'معارف" کے مدیر ضیاء الدین اصلاحی کتاب کے مواد اور متن پر بڑی گہری نظر ڈالتے ہیں، ان کی رایوں میں عالمانہ قطعیت ہوتی ہے۔ انہوں نے شمس الرحمٰن فاروقی کی تفہیم غالب پر مثبت انداز سے بہت ہی جامع تبصرہ کیا ہے؟" انہوں نے شب خون میں شائع شدہ مواد پر نظر ثانی اور مناسب رد و بدل کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے جو غالب کے ۱۳۸/۱۱ اشعار کی شرح وتوضیح پر مشتمل ہے۔ شارح نے ان کے اشعار کو موضوع بحث بنایا ہے جن سے بعض گوشے اور پہلو ان کے خیال میں ابھی تک محتاج بحث و تحقیق تھے یا جن کی شرح وتوضیح کا پورا حق ادا نہیں ہوا تھا، شرح میں لفظی ومعنوی دونوں طرح کی خوبیاں زیر بحث آئی ہیں جن سے مصنف کی جودت طبع، نکتہ آفرینی، دقیقہ سنجی اور خوش ذوقی کے گوناگوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ (ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، جون ۱۹۹۰ء) شمیم حنفی منفرد طرز کے مبصر ہیں، وہ ہلکے پھلکے صوری حقائق پیش کر کے مواد پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں اور اس کے اہم اوصاف بیان کر دیتے ہیں: "اس کتاب (سارے جہاں کا درد) میں سولہ مزاحیہ مضامین ہیں اور دو شخصی خاکے، کتاب کے حجم (۱۴۴ صفحات) اور اس کے مضامین کی تعداد (۱۸) کے حساب سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ دلیپ سنگھ بات کو بے وجہ طول دینے کے عادی نہیں ہیں مختصر جملوں اور بہت کم لفظوں میں اپنی بات کہتے ہیں۔ ان کے یہاں موضوعات کا تنوع ہے اور فکر کا بھی، اس لئے مضامین کی شگفتگی اور بیان کی تازگی کا احساس باقی رہتا ہے (ماہنامہ آج کل نئی دہلی ستمبر ۱۹۹۱ء) ڈاکٹر محبوب راہی کی نظر کتاب کے صوری اور معنوی دونوں حصوں پر رہتی ہے۔ وہ اس کی خصوصیات اور مشمولات کا لیکھا جوکھا بھی بڑے سلیقے سے پیش کرتے ہیں:

معنی خیز، دیدہ زیب خوش رنگ اور نظر فریب سرورق میں سمٹے سفید، چکنے، براق کاغذ پر کمپیوٹر کے ذریعہ بے خطا وکش ترتیب وتہذیب اور سلیقے سے نگینوں کی طرح جڑے ہوئے الفاظ، ان سب نے کتاب کے ظاہری حسن کو بے مثال بنا دیا ہے، مجموعے میں بشمول ایک دعائیہ اور ایک نعت ۸۲ غزلیں اور چھ موضوعاتی نظمیں ہیں۔ شاعر نے انتساب اپنی بیٹی طلعت نسرین اور جیوں ڈاکٹر ظفر اور خان قمر کے نام کیا ہے۔ (ہفت روزہ ہماری زبان نئی دہلی، ۱۵ جنوری ۲۰۰۰ء)

رام پرکاش راہی کے تبصرے کا ایک الگ انداز ہے۔ وہ خوبصورت اشاراتی زبان میں اپنی رائیں پیش کرتے ہیں:

ساحل احمد اپنے شعری وجدان میں عنفوان شباب سے گزر رہے ہیں، بالکل ایک گل تر کی طرح۔ زیر نظر مجموعے کو ریزہ گل کا نام دینے سے ان کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ابتدائی دور کی شاعری کو قاری کی فطرت ناصبور کو چھوڑ کر اپنی نئی شاعری کے توسط سے نمایاں کر سکیں۔ اس خیال سے انہوں نے یہ ترتیب بھی اپنائی ہے کہ اپنے شعری ارتقا کی تیسری فصل کو سب سے پہلے دوسری فصل کو اس کے بعد اور آخر میں پہلی فصل کو پیش کیا ہے۔" (ایضاً، یکم مئی ۱۹۹۰ء) یوسف ناظم نے تبصرہ نگاری میں بھی اپنی شگفتہ بیانی کا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ عبارت اس پر دال ہے۔

"ادبی اور علمی معلومات سے بھرپور ۱۹۶ صفحوں کی اس دلچسپ کتاب کے مصنف (جن کی ایک خوبصورت تصویر سرورق کی پشت پر موجود ہے) پیشے کے لحاظ سے یوں تو معلم ہیں (معلم بھی بالعموم اچھے لوگ ہوتے ہیں لیکن تحقیق ان کا محبوب مشغلہ اور ادارت ان کی محبوب مصروفیت ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ تدریس ان کی صرف بابی ہے) اصل میں انہیں کارکردگی، کارگزاری اور کارنامے وغیرہ قسم کی چیزوں کی عادت ہوگئی ہے۔ (کتاب مامانی دلی اگست ۱۹۸۸) یوسف ناظم تجزیہ نہیں کرتے بلکہ پر فریب لہجے میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہیں اور اشارے کنائے میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ معروف قلم کار ابن فرید بھی تبصرے میں ایک خوش آہنگ اسلوب وضع کرتے ہیں، ایک تبصرے کا ابتدائی پیراگراف دیکھئے: وزیر آغا نے جس زمانہ میں یہ مضامین لکھے تھے، اپنے انشائیوں کی وجہ سے ان دنوں خاصے موضوع بحث بنے ہوئے تھے؛ لیکن انہوں نے اپنی مدافعت اپنی خاموشی کے ذریعے کی (یہ خاموشی بھی بڑی بامعنی ہوتی ہے، جیسے وہ آج کل خطوں کے جواب میں خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں) اور پھر خاموشی کا خول ٹوٹتا ہے تو وہ اپنے بے شمار تنقیدی مضامین میں سے چوبیس مضامین کا انتخاب تنقید اور احتساب کی شکل میں لئے نمودار ہوئے۔ لطف یہ ہے کہ مضامین کا مجموعہ شائع ہونے سے پہلے ہی قارئین انہیں ناقد نہیں نقاد مان چکے تھے۔" (الفاظ علی گڑھ، جنوری، فروری ۱۹۷۷ء)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تبصرہ کتاب شناسی ہے۔ اس سے مختلف النوع کتابوں کی ہلکی پھلکی جانکاری بھی ہو جاتی ہے اور بعض کتابیں پڑھنے کا شوق بھی جاگتا ہے۔ مبصر اپنے ذوق اور سواد کے مطابق کتابیں منتخب کرتا ہے۔ کبھی کبھی اس کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب مزاج اور دلچسپی کے مطابق نہیں ہے، وہ محض رسم ادا کر رہا ہے۔ ان باتوں سے قطع نظر اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ تبصرہ نگاری ایک دلچسپ علمی وادبی شغل ہے اور اردو میں تبصرہ نگاروں نے اس میں خاصی دلچسپی لی ہے۔ محقق، نقاد، افسانہ نگار، شاعر، طنز نگار غرض ہر طرح کے قلم کاروں نے اس غیر افسانوی نثری صنف پر توجہ دی ہے اور اپنی علمی لیاقت، فنی استعداد، ادبی فہم اور لسانی شعور کی شعاع ریزی کی ہے۔

Scanned with CamScanner

خانقاہ رحمانی کی روشن تاریخ رہی ہے

مولاناقاری محمد اسعدقاسمی

۵/مارچ ۲۰۲۲ء کو مدرسہ اصلاح المسلمین چمپا نگر، بھاگلپور میں ختم بخاری شریف کی تقریب کے موقع پر امیر شریعت ثامن حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کے سامنے پڑھا گیا خطبۂ استقبالیہ

آج ہمارا جام دل شراب محبت سے لبریز ہے، دلوں کے آنگن میں مسرت کے گلاب کھل رہے ہیں، مسلمانان بھاگلپور کے قلب وروح میں سرور انبساط کی لہر دوڑ گئی ہے، پورے ماحول پہ نکہت ونور اور تقدیس کی چادر تنی ہوئی ہے اور گویا پورا مجمع اپنے معزز مہمان کی آمد پر مرحبا صد مرحبا اور خوش آمدید کہہ رہا ہے۔

عظیم المرتبت مہمانان! ضلع بھاگل پور کے مسلمانوں کی بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ اس مبارک اجلاس میں ہم اپنے مخدوم ومحترم حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کے ممتاز علماء ربانیین اور ملک کے مقتدر علماء کرام ومشائخ عظام کی آمد پر مسلمانان بھاگل پور کی جانب سے ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

پاسبان ملت اسلامیہ! آج ہمیں جناب والا کو اپنے درمیان پاکر خانقاہ رحمانی کے بزرگوں کی دوزریں تاریخ اور مبارک عہد یاد آرہا ہے، جس کی ایک مستقل تاریخ ہے، بالخصوص فتنۂ قادیانیت جس کے بارے میں محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ میں نے تاریخ عالم کا مطالعہ کیا ہے، میری نگاہ میں اس وقت فتنۂ قادیانیت سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے، جن بزرگوں نے اس سنگین فتنہ کا تعاقب کیا ان میں سرفہرست ایک طرف حضرت علامہ کشمیریؒ، عطاء اللہ بخاریؒ ودیگر اساطین امت ہیں تو دوسری طرب قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ ودیگر مشائخ عظام کی ذات گرامی تھی، جنہوں نے زندگی کا ایک ایک لمحہ دین وشریعت کی حفاظت کے لئے وقف کردیا تھا، یہ آپ ہی کی محنت کا ثمرہ ہے کہ آج صوبہ بہار خصوصا مونگیر اور بھاگلپور کے مسلمانوں کا دین وایمان محفوظ ہے۔

اسی طرح امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی قدس سرہ کے دور میں جب متبنیٰ بل شاہ بانو کیس، نفقہ مطلقہ اور جبری نس بندی کے مسئلہ کو لے کر مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی گئی تو امیر شریعت سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ نے پورے ملک میں اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی، ہر جگہ احتجاج کیا گیا، عوام سے لے کر سیاسی گلیاروں تک حق کی آواز بلند ہونے لگی، ملکی پیمانہ پر آپ نے طوفانی دورہ فرمایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا ہوگیا اور مجبوراً اس ظالمانہ اور جارحانہ قانون کو واپس لینا پڑا۔ ابھی ان حالات سے نمٹے ہوئے زیادہ وقفہ نہیں گذرا تھا کہ پورے ملک میں نفرت کا زہر گھول دیا گیا، خون پینے والے درندے اور اژدھے شاہراہ عام پر رقص کرنے لگے، فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا، ہر جگہ فرقہ وارانہ ماحول بن گیا، لوگ خوف وہراس میں مبتلا ہوگئے، اس وقت امیر شریعت کے تربیت یافتہ نامور حضرات نے امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے ایک موثر اور طاقتور آواز بلند کی، قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے اس وقت کی ظالم وجابر قوتوں کے نام خطوط جاری کیا کہ اگر ملک میں امن قائم نہیں کر سکتے تو حکومت امارت شرعیہ کے حوالہ کردیجئے، حق وصداقت اور جرأت وعزیمت کے اس کوہ وقار نے پورے ملک میں امن وشانتی کا پیغام دیا، ہر جگہ اس صدائے حق کی پذیرائی ہوئی اور نفرت کے سوداگروں کو منہ کی کھانی پڑی۔

ابھی حالیہ دنوں میں ہمارے ملک میں بہت بُرے حالات آئے، لاک ڈاؤن، کورونا مہاماری سے لاکھوں انسان بھوک پیاس اور بروقت علاج نہ ہونے کی وجہ سے زندگی کی بازی ہار گئے، مذہبی عبادت گاہوں پر پابندی عائد کردی گئی، مندر ومسجد میں تالے پڑ گئے، اس وقت امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ کی آواز آسمان سیاست پر بجلی بن کر گری، حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے کئی کئی بار ریاستوں کے وزراء اعلیٰ بالخصوص بہار کے وزیر اعلیٰ جناب نتیش کمار جی اور گورنر بہار سے بات چیت کی اور مشورہ دیا کہ مذہبی عبادت گاہوں کو کلی طور پر بندمت کیجئے، افراد کم کردیجئے، اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو مسلم قوم اذان وجماعت کی پابندی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرے گی، اس گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ ملکی سطح پر مذہبی عبادت گاہوں میں ۵/نفر کے ساتھ عبادت کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس وقت بھی حجاب کا مسئلہ پوری شدت کے ساتھ سرخیوں میں ہے اور موضوع سخن بنا ہوا ہے، ملکی سطح پر ہندوستان کی تمام دینی وملی تنظیموں نے صدائے احتجاج بلند کیا، اخباری بیانات سے صفحات کے صفحات سیاہ کئے گئے، لیکن نہ میڈیا پر اس کا کوئی اثر پڑا اور نہ حکومت وقت نے اس کا کوئی نوٹس لیا، ایسے وقت میں کوئی اور نہیں بلکہ خانقاہ رحمانی کی سرزمین سے ایک درویش خدا مست، ایک قلندر صفت بزرگ، دبستان رحمانی کے گل صد رنگ، فکر ولی کے پاسبان، نقیب ہندوستان، قائد ملت اسلامیہ اور علم وفضل کے نیر تاباں، جانشین مفکر اسلام امیر شریعت حضرت اقدس الحاج مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ یہ مداخلت فی الدین ہے، آپ نے آئین ہند کے آرٹیکل ۱۹/آرٹیکل ۲۱/آرٹیکل ۲۵ کا حوالہ دیتے ہوئے کرناٹک کے چیف منسٹر، گورنر، وزیر اعظیم مسٹر مودی اور وزیر داخلہ امیت شاہ کے نام خطوط جاری کیا اور فرمایا کہ دستور ہند کے مطابق ہر ہندوستانی کو اظہار رائے، شخصی آزادی اور مذہبی آزادی کا حق حاصل ہے، اس لئے حجاب کے مسئلہ پر حکومت کا غیر منصفانہ رویہ نہ صرف شخصی آزادی اور مذہبی تشخصات پر قدغن لگاتا، بلکہ دستور ہند کی بھی خلاف ورزی ہوگی، اس لئے سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ پر نظر ثانی کی جائے۔

اس مؤثر آواز نے ایوان سیاست وایوان اقتدار پر زلزلہ برپا کردیا اور وہ موضوع جسے ٹھنڈے بستہ میں ڈال دیا گیا تھا، آپ کی توجہ سے عدالت عظمی میں وکلاء حضرات قرآن وحدیث کا حوالہ دینے لگے اور جج صاحبان سنجیدگی کے ساتھ ساعت فرمانے لگے۔

بچپن ہی سے آپ کے دادا اور والد گرامی نے آپ کی خصوصی تربیت فرمائی ہے، بہت جلد اسلامی علوم وفنون قرآن وحدیث کی تعلیم میں آپ نے مہارت تامہ حاصل کرلی۔ والد گرامی نے مزید اعلی تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر میں داخل فرمایا، وہاں چند سال ماہر اساتذہ کے زیر سایہ قیام پذیر رہ کر قرآن وحدیث میں اختصاص یعنی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، جامعہ ازھر سے فراغت کے بعد آپ کو یونیورسٹی میں لکچرر شپ مل گئی، حضرت مخدوم بچپن ہی سے فطری ذہانت اور زبردست جرأت وہمت کے پیکر رہے ہیں، آپ جب بہت کم عمر تھے اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ اسکول جاتے تھے، کلاس ٹیچر میڈم نے کہہ دیا مسلمان بچے گندے ہوتے ہیں، بس کیا تھا حق گوئی وبے باکی جو خانوادہ رحمانی کا طرۂ امتیاز رہا ہے، اسی وقت اسکول سے دونوں بھائی باہر آگئے، تمام ٹیچروں نے سمجھا کہ دونوں بچے ناراض ہوکر گھر واپس چلے گئے ہیں، لیکن یہ دونوں ننھے معصوم بچے ڈی ایم آفس میں شکایت لے کر حاضر ہوگئے، وہاں آپ نے ڈی ایم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جناب والا کیا ہم گندے ہیں، ڈی ایم نے جواب دیا، نہیں، بالکل نہیں، ڈی ایم نے پوچھا کہ یہ سوال آپ کیوں کررہے ہیں؟ تو ان شہزادوں نے جواب دیا ہماری کلاس ٹیچر کہتی ہیں کہ مسلمان بچے گندے ہوتے ہیں، ڈی ایم بہت ناراض ہوئے، مذکورہ ٹیچر کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ وہ اول کلاس سے دسویں کلاس تک ہر کلاس میں جاکر معافی کے ساتھ اپنی بات واپس لیں۔

ایک اور واقعہ کی طرف آپ کی متوجہ کرنا چاہتا ہوں، قیام امریکہ کے دوران اعلیٰ افسران کی اعلیٰ سطحی میٹنگ میں ذمہ داروں نے حضرت امیر شریعت کو غائب پایا، تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت والا میٹنگ سے باہر گیلری میں ٹہل رہے ہیں، ذمہ دار نے میٹنگ ہال میں تشریف لانے کی گذارش کی، آپ نے صاف انکار کیا اور فرمایا کہ میرے لئے اندر بیٹھنے کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ میٹنگ ہال میں شراب پیش کی جارہی ہے، جام وسبو کا دور چل رہا ہے، میرے مذہب میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں ہے۔ ذمہ داروں نے فوراً میٹنگ آرگنائزر سے کہا کہ مسٹر احمد جب تک میٹنگ میں موجود رہیں کسی کو شراب پیش نہ کی جائے، کہنے کو یہ باتیں معمولی اور بہت آسان لگتی ہیں، لیکن مخالف ماحول میں اسلامی شریعت کو برتنا جوئے شیر لانے کے مرادف ہے، یہ طرز زندگی اور اسلامی آداب وہی شخص اختیار کرسکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو اور بروز محشر سرور کونین جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے کی فکر جس کے دل میں ہو۔ دعا ہے کہ مولائے کریم اس بابرکت اجلاس کے صدقے میں ہمارے جملہ دینی ودنیاوی مقاصد کی تکمیل فرمائے اور علوم دینیہ سے لگاؤ رکھنے والوں کے قلوب کو وسیع تر بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

ہندوستان کے لئے نئے چیلنجز

ڈاکٹر وید پرتاپ ویدک

ہندوستان کی خارجہ پالیسی سے براہ راست تعلق رکھنے والے بہت سے واقعات ایک ساتھ پیش آئے اور پیش آرہے ہیں۔ چین کے وزیر خارجہ وانگ یی بھارت آئے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں یوکرین کی مدد کے لیے جو تجویز پیش کی گئی ہے، اس کی حمایت صرف چین نے کی ہے۔ ہندوستان اس میں بھی غیر جانبدار رہا ہے۔ امریکہ کے صدر جو بائیڈن یورپ گئے۔ یوروپی ممالک کے نئی دہلی میں مقیم سفیروں نے روس کی مخالفت میں ایک مشترکہ مضمون شائع کیا ہے۔ یہ کام وہ پہلے ہی اسلام آباد میں بھی کر چکے ہیں۔

G-7 ممالک کے گروپ نے روس پر کچھ نئی پابندیاں عائد کردی ہیں۔ ہمارے وزیر خارجہ جے شنکر نے پارلیمنٹ میں ہندوستان کی یوکرین پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کئی دلائل پیش کیے ہیں۔ یوکرین کے صدر زیلنسکی نے ناٹو کی رکنیت کی بات تو ترک کردی ہے لیکن یوروپی یونین کی رکنیت کا پرزور مطالبہ کیا ہے۔ ایک ماہ گزر گیا لیکن روس یوکرین جنگ رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ یوکرین کے عوام بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ یوکرین کے کئی شہر منہدم ہوگئے ہیں اور تقریباً 80 لاکھ افراد ملک چھوڑ کر باہر چلے گئے ہیں۔ دوسری جانب روس کے بھی 15 سے 20 ہزار فوجیوں کی ہلاکت اور طیاروں کی تباہی کی اطلاعات ہیں۔ یوروپ پر بھی ایٹمی جنگ کے خطرات منڈلا رہے ہیں لیکن زیلنسکی کی درخواست کے باوجود ولادیمیر پوتن بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اس وقت یہ سمجھنا مشکل ہو رہا ہے کہ یہ جنگ کیسے ختم ہوگی؟ یہ بھی قدرے حیران کن ہے کہ زیلنسکی اب تک محفوظ کیسے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ پوتن انہیں زندہ ہی پکڑنا چاہتے ہوں۔ ورنہ روس کے پاس ایسے فوجی ہتھیار خاطر خواہ تعداد میں ہیں، جن سے وہ زیلینسکی کے ٹھکانے پر حملہ کرسکیں۔ روس نے سلامتی کونسل میں یوکرین کو مدد فراہم کرنے کی جو تجویز رکھی ہے، اس سے بڑا ظالمانہ مذاق کیا ہوسکتا ہے؟ اگر روس حملہ نہیں کرتا یا اب بھی اسے بند کردے تو یہ اپنے آپ میں اس کا بہت بڑا احسان ہوگا۔ روس نے یوکرین کو ایسا گہرا دھچکا پہنچایا ہے، جتنا اسے دوسری جنگ عظیم میں بھی نہیں پہنچا تھا۔ روس نے پوری دنیا میں زبردست بدنامی مول لے لی ہے۔ ہندوستان کو اب سوچنا ہوگا کہ وہ کب تک روس کی حمایت کرتا رہے گا؟ چین نے روسی مدد کی تازہ ترین پیشکش کی حمایت کرکے روس کے گہرے دوست اور محافظ کا درجہ تو حاصل کرلیا ہے لیکن یوکرین کے سوال پر اس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ ہندوستان کی طرح غیر جانبدار نہیں ہے۔ یوکرین کے سوال پر ہندوستان اور چین کے رویوں میں تو واضح فرق نظر آہی رہا ہے، لیکن اسلام آباد میں وانگ یی نے کشمیر پر پاکستان نواز بیان دے کر اپنے دورہ ہند کو بے وقعت بنا دیا ہے۔ ان کی اور روسی نمائندے کی اچانک کابل روانگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اب افغانستان کو بھی پاکستان کی طرح اپنا مہرہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ تمام واقعات ہندوستانی وزارت خارجہ کو اپنی اب تک کی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کریں گے۔

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کا تابناک ماضی اور نئی نسل کی تاریخ فراموشی

عبد اللہ بن شمیم ندوی

جس قوم نے بھی اپنے ماضی سے رشتہ توڑا اور اپنی تاریخ کو فراموش کردیا وہ زوال پذیر ہوئی ہے اور اس کو دوسری قوموں کی غلامی نصیب ہوئی ہے۔ بلاشبہ جو قومیں اپنے دشوار ترین دور اور جاں گسل حالات میں بھی اپنے ماضی کی ڈور تھامے رکھتی ہیں اور اپنی قدروں کو زندہ رکھنے کی سعی کرتی ہیں اور تاریخ کے دامن کو تھام کر اپنے اسلاف کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں سفر حیات طے کرتی ہیں، وہ بام عروج کو پہونچتی ہیں اور دنیا کی قیادت کرتی ہیں۔

تاریخ کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی تعلیمات اور ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوکر ان کے بتائے اہداف کے حصول کے لئے مسلسل کوششیں کرنا ہے۔ ہمارے سامنے ایک ایسی قوم کی مثال موجود ہے جس نے عروج وزوال کے دونوں دور دیکھے، اس نے وہ دور بھی دیکھا جب دنیا میں اس کا عرصہ حیات تنگ کردیا گیا اور وہ دن بھی دیکھے جب اسے دنیا کی حکمرانی نصیب ہوئی، اسے اپنے ماضی کو فراموش کرنے کی سزا بھی ملی اور اپنی تاریخ کو گلے لگانے کا صلہ بھی ملا۔ یہود حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مقام عروج کو پہونچنے اور ایک مدت تک سیادت ان کے ہاتھ میں رہی لیکن پھر اپنے انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کرنے کی وجہ سے لمبے عرصے تک انہیں مصائب کا سامنا کرنا پڑا پھر حضرت موسیٰ کے دور میں انہیں قیادت نصیب ہوئی اور ایک مدت تک دنیا کی امامت کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا دور بھی ان کا کامیاب دور رہا۔ لیکن پھر انہوں نے وہی غلطی دہرائی جو اس سے پہلے کی تھی تو دنیا کی ذلیل ترین قوم بنادیے گئے۔ لیکن اب مرض ان کی پکڑ میں آچکا تھا اور انہوں نے وہی کیا جو ایسے وقت میں قوموں کو کرنا چاہئے، انہوں نے اپنی مزعومہ تاریخ کو ایک جھوٹے تابوت سے نکالا اور پھر پوری قوم کو ماضی میں لوٹ جانے کی دعوت دی قوم کا ہر ہر فرد اپنی ارض موعودہ کی بازیابی کے لئے کوشاں ہوگیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد دنیا پر حکمرانی ہے اور ہمیں اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور آج وہ دنیا کے تمام نظاموں پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

آج بھلے ہی مسلم ممالک کی تعداد ۵۶ ہو لیکن ان میں سے اکثر کی باگ ڈور یہود اور ان کے کارندوں کے ہاتھ میں ہے۔ آج یہود کا پنجہ جو ساری دنیا کی معیشت، سیاست، نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو جکڑے ہوئے ہے اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اپنی اس تاریخ تک کا تحفظ کیا جس کا بیشتر حصہ تحریف شدہ ہے، انہوں نے اپنے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھا اور اس کے حصول کے لئے سالہا سال قربانیاں دیں۔ یہود کی تاریخ کے جہاں بہت سے مذموم پہلو ہیں وہاں ایک سبق آموز پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے عروج وزوال سے سبق حاصل کیا۔

تاریخ اسلام دنیا کی بلند ترین

مسلمانوں کے لئے یہ طرہ امتیاز ہے کہ ان کی تاریخ کسی بھی قوم کی تاریخ سے زیادہ روشن اور تابناک ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سقوط سلطنت عثمانیہ تک متعدد دفعہ عروج وزوال کے باوجود تاریخ اسلامی بے پناہ فتوحات، ایجادات، تعلیم وتعلم، تہذیب وتمدن اور اعلیٰ اخلاقی قدروں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس نے انسانیت نوازی، امن وامان، عدل وانصاف اور خدمت خلق کی وہ داستانیں رقم کی ہیں جو تا قیامت فراموش نہیں کی جاسکتیں، یہاں تک کے اسلام کے سخت ترین نکتہ چیں بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

دنیائے انسانی پر مسلمانوں کے تاریخی احسانات

مسلمانوں نے دنیا کو کیا نہیں دیا؟ وہ تھے سب کچھ دیا جس کی وجہ سے جاں بلب انسانیت کو نئی زندگی ملی اور اس تاریک دنیا کو پھر سے روشن جنہوں نے قیصر وکسریٰ کی ظالم حکومتوں کا خاتمہ کیا اور ان کی مظلوم عوام کو ان کے شیطانی پنجوں سے آزاد کیا، انہوں نے انسانوں کی تربیت کی اور انہیں انسانیت نوازی سکھائی۔ عرب کے جنگجو قبائل جو بات بات پر خون کی ندیاں بہادیتے اور نسل در نسل نفرت کی اس آگ میں جل کر خاکستر ہوجاتیں، انہیں باہم شیر وشکر کیا۔ لوٹ مار، قتل وغارت گری، شراب وجوا جن کا شیوہ تھا جو لڑکیوں کو عار کے باعث زندہ درگور کردیا کرتے تھے، انہیں ایسی تعلیم سے آراستہ کیا کہ دنیائے اخلاق کے امام بن گئے۔

قیام عدل ومساوات

مسلمانوں کے چشمہ فیض نے پوری دنیا کو سیراب کیا، چنانچہ ہندوستان جہاں طبقاتی نظام قائم تھا برہمنوں نے شودروں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، غلامی کی یہ زنجیریں انہیں پیدائشی طور پر پہنادی جاتی تھیں، یہاں تک کہ ان کی سانسیں بھی برہمنوں کی غلام ہوا کرتی تھیں، دنیا کے بدترین مظالم ان پر ڈھائے جاتے تھے اور جانوروں سے زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ اگر وہ علم حاصل کرنا چاہتے تو ان کی زبانیں کھنچوالی جاتیں، برہمنوں کی برابر بیٹھ جاتے تو ان کو سزائیں دی جاتیں۔ انہیں اس عذاب سے نجات دلانے والے مسیحا مسلمان تھے۔ یہی ہندوستان تھا جہاں خواتین کے حقوق کی دھجیاں اڑائی جاتیں اور انہیں مشق ستم بنایا جاتا، ان سے غیر اخلاقی حرکتیں کرائی جاتیں، غیر مردوں کے ساتھ جبراً ناجائز تعلقات قائم کروائے جاتے، پجاریوں کے پاس بھیج کر حمل ٹھہروایا جاتا اور شوہر کی موت کے بعد اس کی چتا کے ساتھ زندہ جلادیا جاتا جسے ''ستی'' کا عمل کہا جاتا تھا۔

مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس شیطانی نظام کا خاتمہ کیا اور نظام الٰہی قائم کیا۔ مسلمانوں نے ہی طبقاتی اونچ نیچ کو ختم کرکے نظام مساوات قائم کیا اور خواتین پر ہونے والے ظلموں کو روکا اور انہیں ان کے حقوق دلائے۔ مسلمانوں نے اس ملک میں تعلیمی نظام کو وسعت دی، ملک میں عدل وانصاف قام کیا اور ہر جگہ امن وامان کی فضا ہموار کرکے ایک عظیم ہندوستان کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے ہندوستان کو علوم وفنون کا گہوارہ بنایا، معاشی طور پر مستحکم کیا اور عالمی تجارت کا مرکز بنادیا اور ہندوستانیوں کو ایسا تمدن دیا جو دنیا کے لئے باعث رشک بن گیا۔

احیاء علم اور نفع رسانی

اسلام اور علم لازم وملزوم ہیں۔ کوئی بھی مسلمان جو حقیقی معنی میں اسلام پر عمل پیرا ہو وہ علم سے دور نہیں ہوسکتا بلکہ وہ جہاں بھی رہے گا ایک معلم کی حیثیت سے علم کی شمع روشن کرے گا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی رہے، وہاں انہوں نے علم کے باغات لگائے اور اپنے چشمہ علم سے پورے علاقے کو سیراب کیا۔ مسلمان جو خلافت عباسیہ کے اختتام تک ساری دنیا میں علوم وفنون کے امام بن چکے تھے جہاں بھی گئے علم کے خزانے ساتھ لے گئے، مسلمان جب اندلس گئے تو وہاں علوم وفنون کی ندیاں بہادیں؟ علم کی سینکڑوں درسگاہیں قائم کیں۔

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دنیا کو ایسی ایجادات سے نوازا جس نے دنیا کو ترقی کے عروج کمال پر پہونچادیا۔ مسلم سائنسدانوں نے اپنے علم کے ذریعہ خدمت خلق کی عظیم خدمات انجام دیں۔ اسلامی ممالک میں یہ انقلابات اس وقت ہورہے تھے جس وقت یورپ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ وہاں کے کلیسا نے علم کو شجر ممنوعہ قرار دے رکھا تھا اس کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ وہاں پاؤں کا آپرین کلباڑی کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ پورے یورپ میں ایک علمی کتاب تھی جو ایک عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں سے مستعار لی تھی۔ اس تاریکی میں علم کی شمع جلانے والے بھی مسلمان تھے۔ انہوں نے مغرب کو جہالت کی موت مرنے سے بچایا اور اسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ اپنے علوم وفنون سے اسے سنوارا اور وہاں اپنے ایسے شاگرد تیار کئے جنہوں نے وہاں علمی انقلابات برپا گئے۔ آج مغرب کی تمام ترقیات کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے یہ اور بات ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن کے علمبردار اسلام دشمنی کے باعث احسان فراموشی کی انتہا کو پہونچ گئے ہیں۔

وہ ہندوستان آئے جب یہاں کی قوم اپنی تاریخ سے نابلد تھی انہوں نے اسے علم تاریخ کا حسین تحفہ دیا۔ البیرونی نے کتاب الہند لکھی جس کے ذریعہ ہندو تہذیب وتمدن کو پوری دنیا میں متعارف کرایا۔ مسلمانوں نے یہاں فن طب میں اصلاحات کیں اور اس کی تجدید کرکے دنیا کی بہترین طب کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کی علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ ہندی علوم وفنون جس سے دنیا ناواقف تھی ان کو عربی وفارسی میں منتقل کرکے دنیا کو ان سے واقف کرایا۔ یہاں کی مذہبی کتابیں جیسے وید، گیتا، رامائن مہابھارت وغیرہ کو فارسی میں منتقل کیا گیا اور افادۂ عام کے لئے وقف کردیا گیا۔ جگہ جگہ عوامی کتب خانے بنائے گئے جہاں ہر ہندوستانی آزادانہ طور پر اپنی علمی پیاس بجھا سکتا تھا۔

دنیا سے ظلم وستم کا خاتمہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کی بقاء کے لئے جنگ ناگزیر چیز ہے اور کبھی قیام عدل کے لئے ہتھیار اٹھانا بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں نے دنیا کے بڑے رقبے میں فتوحات کے پرچم بلند کئے لیکن ان کی جنگوں کا مقصد یا تو دفاع ہوتا تھا یا وہ ظلم وستم کے خاتمے کے لئے لڑی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں کی عوام کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا برتاؤ کیا، ہم جہاں دوسری قوموں کی تاریخ دیکھتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بڑے بڑے گھروں کو کھنڈرات میں تبدیلی کرکے فصلوں کو خاکستر کردیا۔

لیکن مسلمانوں نے انسانیت نوازی کی تاریخ رقم کی اور حالت جنگ میں بھی اپنے حریف کی عورتوں بوڑھوں اور بچوں کے تحفظ کو یقینی بنایا اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں وہ امن وامان اور عدل وانصاب قائم کیا کہ وہاں کے باشندے مسلمانوں کو اپنا مسیحا سمجھنے لگے اور ان کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرنے لگے۔

اگر مسلمانوں کی اور دیگر اقوام کی فتوحات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو دنیا کی تمام اقوام پر مسلمانوں کی اخلاقی برتری ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً ۱۸؍مئی ۱۹۷۵ء کے لندن کے اخبار ٹائمس نے امریکہ کے ساتھ جنوبی وشمالی ویتنام کی لڑائیوں کے جو اعداد وشمار پیش کئے ہیں وہ ہوش اڑانے والے ہیں۔ چنانچہ ان لڑائیوں میں امریکی فضائیہ نے اٹھارہ لاکھ ننانوے ہزار چھ سواڑسٹھ حملے کئے اور سرسٹھ لاکھ ستائیس ہزار چورا سی ٹن بم گرائے اور وہاں کی نباتات کو تباہ کرنے کے لئے ایک کروڑ نوے لاکھ گیلن تباہ کن مادہ پھینکا اور پینتیس لاکھ ایکڑ زمین پر زہریلی دوائیں چھڑکیں جن کا اثر ایک سو برس تک رہے گا، اس لڑائی میں چھتیس لاکھ افراد ہلاک، نو لاکھ بچے یتیم، پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار شہری زخمی اور ایک کروڑ سے زائد افراد پناہ گزیں ہوئے۔ لیکن مسلمانوں کے فتوحات میں ایسی ناگفتہ بہ ہلاکتیں نہیں ہوئیں، مسلمانوں کا ماضی تابناک رہا ہے ہماری نئی نسل کو اپنی عظمت رفتہ کا مطالبہ کرنا چاہیے اور عزم وحوصلہ کے ساتھ زندگی گذارنی چاہیے۔

ہندوتوا کی لیبارٹری میں فرقہ پرستی کے جان لیوا وائرس کی تیاری

اے - رحمان

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ موجودہ بی جے پی حکومت نہ صرف آر ایس ایس کے ایجنڈا کو نافذ کرنے کے لیے پرعزم ہے بلکہ تیزی سے اس سیاسی سفر پر گامزن ہے جس کی منزل اور راستہ سنگھ نے مکمل طور سے طے کر دیا ہے۔ دوسری جانب آر ایس ایس کے لیڈران بھی اب کھلم کھلا اس محاورے میں بات کرتے ہیں جس سے سیاسی تفوق اور اقتدار کی بو آتی ہے۔ یعنی اب اس حقیقت کی پردہ پوشی نہیں کی جارہی کہ حکومت کا کنٹرول پوری طرح ہندو تنظیم کے ہاتھ میں ہے۔ گزشتہ 12 مارچ کو احمد آباد میں اکھل بھارتیہ پرتی ندھی سبھا کے اجلاس میں پیش کی گئی سالانہ رپورٹ کا مزاج اور اس کے مشمولات کو مذکورہ صورت حال کا دستاویزی ثبوت سمجھا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ اکھل بھارتیہ پرتی ندھی سبھا آر ایس ایس کی اعلیٰ ترین سطح کی فیصلہ کن اور پالیسی ساز مجلس یا کمیٹی ہے جسے ہر قسم کے تنظیمی اور سیاسی فیصلے نیز منصوبے نافذ و عائد کرنے کا اختیار ہے۔ مذکورہ رپورٹ گزشتہ ایک سال کی کارروائیوں اور حصولیابیوں کا گوشوارہ بھی ہے اور آئندہ منصوبوں کے لیے رہنما خطوط بھی قائم کرتی ہے۔ اس رپورٹ میں پاپولر فرنٹ آف انڈیا کے حوالے سے مسلمانوں پر نہایت سنگین الزام عائد کرتے ہوئے ان (یعنی مسلمانوں) کی ''مذہبی عصبیت'' کے عفریت کا مکمل طور سے قلع قمع کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔ رپورٹ کہتی ہے، ''ملک میں آئینی اور مذہبی حقوق کی آزادی کے پردے میں شدید مذہبی عصبیت ابھر کر سامنے آرہی ہے اور ایک مخصوص مذہبی اقلیت کے ذریعے حکومت کی مشینری میں گھس کر ہندو معاشرے کو تہہ و بالا کرنے کے منظم اور مفصل منصوبے بنائے گئے ہیں جنہیں صرف منظم اور متحد قوت کے ذریعے ہی شکست دی جاسکتی ہے۔ ایک ہولناک مذہبی عصبیت کو فروغ دیا جارہا ہے جس کے زیر اثر کیرالہ اور کرناٹک میں بعض ہندو تنظیموں کے کارکنان کو بے رحمی سے قتل کیا گیا اور آئین میں دی گئی مذہبی آزادی کے نام پر احتجاج، ریلیاں اور سماج دشمن کارروائیاں عمل میں لائی گئیں جو اس فرقے کے روز افزوں مذہبی جنون کا بین ثبوت ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر عوام کو تشدد کے لیے اکسا کر قومی سلامتی کے پرخچے اڑائے جارہے ہیں اور یہ سب ایک گہری سازش کے تحت ہو رہا ہے جس سے نہایت دوررس نتائج مقصود ہیں۔'' یاد رہے کہ یہ رپورٹ ایسے موقع پر تیار کی گئی ہے جب حجاب بندی کے خلاف خصوصاً کرناٹک میں طالبات کا احتجاج پورے زوروں سے چل رہا ہے۔ اس احتجاج کے واسطے سے آر ایس ایس کے سینئر لیڈروں کا واضح طور پر الزام ہے کہ یہ سب کچھ پاپولر فرنٹ آف انڈیا کے ایما پر ہو رہا ہے اور علمی درسگاہوں اور یونیورسٹیوں میں فرنٹ اپنا اثر بتدریج بڑھا رہا ہے جو ایک خطرناک پیش رفت ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں تبدیلی مذہب کے معاملات کا بھی ذکر ہے اور اس بات پر نہایت تردد کا اظہار کیا گیا ہے کہ ملک کے بیشتر علاقوں خصوصاً پنجاب، کرناٹک، تامل ناڈو اور آندھرا پردیش وغیرہ میں منصوبہ بند طریقے سے ہندوؤں کو تبدیلی مذہب پر اکسایا جارہا ہے اور ان کا مذہب تبدیل کرانے کے لیے نئے نئے طریقے عمل میں لائے گئے ہیں۔ (ان نئے طریقوں کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی) ہندو سوسائٹی کے تحفظ اور بقا کے لیے ضروری ہے کہ ان طریقوں اور تبدیلی مذہب کی کوششوں کو پوری طاقت سے کچلا جائے۔ رپورٹ میں ''افتراقی قوتوں'' کا بھی ذکر ہے جو ہندو معاشرے میں پھوٹ ڈال کر قومی سالمیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اس سلسلے میں الزام لگایا گیا ہے کہ بعض ہندو 'ہندو فرقوں' (اشارہ ہے جین، سکھ، بدھسٹ اور شمالی مشرقی ریاستوں کے قبائل کی طرف) کو باور کرایا جارہا ہے کہ وہ 'ہندو' نہیں ہیں اور اس طرح ہندوتو کے تصور کو مسخ کرنے کی سازش کی گئی ہے۔ اس کا منفی اثر آئندہ سال ہونے والی مردم شماری پر پڑے گا۔ نام نہاد 'دانشوری' کی آڑ میں ہندوتو پر فرضی اور رکیک قسم کے الزام لگا کر ہندو شناخت کو تحلیل کیا جارہا ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال ہے مغربی بنگال میں انتخابات کے بعد ہونے والے تشدد کے واقعات۔

پوری رپورٹ اسی قسم کے سنگین الزامات سے پر ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آر ایس ایس کے ایجنڈا میں یوں تو سیکولرازم اور جمہوریت کو ملک سے ختم کرنا شامل ہے لیکن اس رپورٹ میں جمہوریت کی دہائی دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ویسے مقابلہ ایک صحتمند معاشرے کا جزو لازم ہے لیکن مقابلہ جمہوریت کی مقرر کردہ حدود میں ہونا اور رہنا چاہیے۔ مقابلے سے مخاصمت کی بو نہیں آنی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

اب ذرا اس رپورٹ کے معنی و مفاہیم پر غور کیجیے۔ اس کے مشمولات سے جو پیغام پوری شدت سے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندو معاشرے کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے ہے۔ یہ پروپیگنڈہ دیکھا جائے تو کوئی نئی بات بھی نہیں کیونکہ گورو گولوالکر بڑے صاف الفاظ میں لکھ گئے ہیں کہ ہندوتو کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہیں اور ان کا صرف یہ علاج ہے کہ یا تو وہ ہندو معاشرے میں 'ضم' ہو جائیں یا ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔ لیکن اس رپورٹ کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں حکومت کے لیے ایک فرمان جاری کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو سرکاری نوکریاں نہ دی جائیں اور حکومت میں ان کا کسی قسم کا عمل دخل روا نہ رکھا جائے۔ اس کے علاوہ رپورٹ میں جگہ جگہ ''مذہبی عصبیت'' کا حوالہ دے کر آگاہ کرتی ہے کہ مسلمان ہندو معاشرے کو تتر بتر کر رہے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کو ''متحد طاقت'' سے کچلا جانا چاہیے۔ ایک طرف تو یہ حکومت کے لیے ایک 'ہدایت' ہے وہیں دوسری طرف آر ایس ایس کے انتہا پسند عناصر کے لیے مسلمانوں کے خلاف آمادۂ تشدد ہونے کی تلقین۔ ابھی پریاگ راج (الہ آباد) اور دہلی میں منعقدہ ''دھرم سنسد'' کو زیادہ دن نہیں گزرے جن میں بھگوا پوش سنتوں نے چیخ چیخ کر مسلمانوں کی نسل کشی کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے ہندوؤں سے ہتھیار اٹھانے کا تقاضا کیا تھا۔ ایسے ماحول میں اس قسم کے دستاویز کی نشر و اشاعت کس قسم کے نتائج کا سبب ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ قومی روزناموں میں صرف انڈین ایکسپریس نے اس رپورٹ کی مفصل خبر شائع کی ہے۔ گودی میڈیا میں تو کہیں اس کا ذکر تک نہیں۔ لیکن آر ایس ایس کا تنظیمی ڈھانچہ اور اس کے شعبۂ اطلاعات کی کارکردگی دیکھتے ہوئے پورے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آر ایس ایس کے تمام فعال کارکنان کو اس رپورٹ کی تفصیلات اور اس میں مضمر پیغام ہر مطلوبہ زبان میں پہنچ چکا ہوگا۔

ہندوتو کے ایجنڈا اور متصورہ 'ہندو راشٹر' کے مقصد کے تحت مسلمانوں کے خلاف کی جارہی جلی اور خفی کارروائیوں میں آر ایس ایس نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا ہے اور ہر پینترہ جائز سمجھا ہے لیکن ایسا پچھلے ستر سال میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ ایسا تباہ کن اور خطرناک دستاویز عوامی سطح پر شائع کیا گیا ہو۔ اس کے ممکنہ نتائج بھی بہت جلد سامنے آجائیں گے۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں کے لیے اور بھی برا وقت آنے والا ہے۔ (بشکریہ: راشٹریہ سہارا)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲۵/۱۳۸۲/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار)

عشرت خاتون بنت محمد امام مقام بدیل نزد پرتیلی قبرستان ڈاکخانہ سیرینا ضلع کٹیہار۔ فریق اول

بنام

محمد جاوید عالم ولد محمد امام علی مرحوم مقام مصرجی جلال نگر ڈاکخانہ و ضلع شاہجہانپور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار میں عرصہ ساڑھے چار سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۹/شوال ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۱/مئی ۲۰۲۲ء سنیچر بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۹/۱۳۷۶/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار)

افسانہ خان بنت قربان خان مقام خان ٹولہ مونگرہ ڈاکخانہ دلس ضلع کٹیہار۔ فریق اول

بنام

محمد اکرم ولد جہانگیر عرف منا انصاری مقام بستی مہار سہی والی گروہر ساہی فیروزپور پنجاب۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار میں عرصہ آٹھ ماہ سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/شوال ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴/مئی ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۳/۱۶۸۴/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر مدھوبنی)

رخسار پروین بنت محمد سعید عرف بھولا مقام پرسا ڈاکخانہ رام پٹی ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

جاوید خان ولد بگن خان مقام نامعلوم۔ یوپی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر ضلع مدھوبنی میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/شوال ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴/مئی ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

بقیـــات

(بقیہ صفحہ اول)...... انفرادی زکوۃ کی مقدار، تقسیم کے بعد اتنی کم ہوجاتی ہے کہ وہ کسی غریب شخص کو اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں کرسکتی، زکوۃ کا اجتماعی نظام اس ضرورت کو پورا کرتا ہے اور گداگری کا خاتمہ کرتا ہے۔
حجۃ الاسلام ابوبکر جصاص رازیؒ اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں: "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" کی آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ زکوۃ کی وصولی کا حق امام کو ہے اور بلاشبہ جن پر زکوۃ فرض ہے اگر وہ خود مساکین کو دے دیں گے تو یہ جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ زکوۃ کی وصولی کا حق امام کے لئے ثابت وقائم ہے۔ لہذا اصحاب زکوۃ کو امام کے اس حق کو ساقط کرنے کا کوئی اختیار نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کی زکوۃ کے لئے عاملین کو بھیجا کرتے تھے اور حکم فرماتے تھے کہ انکی زکوۃ ان کی جگہ پر جا کر لیا کریں اور یہی حکم پھلوں کی زکوۃ کا ہے؛ بقیہ رہ گئی سونے، چاندی، دراہم ودنانیر کی زکوۃ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خدمت میں داخل کی جاتی تھی۔ پھر حضرت عثمان غنی نے ایک مرتبہ خطبہ دیا کہ یہ زکوۃ کا مہینہ ہے، جس پر قرض ہو وہ اپنے قرض کو ادا کرے پھر باقی مال کی زکوۃ ادا کرے، حضرت عثمان غنیؓ نے ارباب مال کو اختیار دیا کہ وہ زکوۃ مسکینوں کو ادا کریں۔ (احکام القرآن: ۱۵۵/۳) علامہ ابن الہمام حنفی لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے دونوں خلیفہ اس پر قائم رہے۔ جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں کا تغیر ظاہر ہونے لگا تو انہوں نے خیال کیا کہ لوگوں کے پوشیدہ مالوں کا خفیہ طریقہ سے پتہ لگانا مناسب نہیں، اس لئے انہوں نے اس مال کی ادائیگی ان کے مالکان کے سپرد کردی اور صحابہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ اس کی حیثیت امام کے حق وصول کو باقاعدہ ساقط کردینے اور گزشتہ حکم کو منسوخ کردینے کی نہیں تھی۔ (فتح القدیر: ۳۱۱/۱)
اس تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زکوۃ کا مزاج اور شرعی تقاضہ ہے کہ وہ بیت المال میں جمع کی جائے اور ان خلفاء وامراء کے سپرد کی جائے جو اس کے منتظم وذمہ دار ہیں۔ چناں چہ اسلامی خلافت اپنے درجات کے تفاوت کے باوجود برابر زکوۃ کی تحصیل اور اس کی تقسیم کا عمل انجام دیتی رہی۔ خلافت عباسیہ کے آخری دور تک یہ صورت حال برقرار رہی بالآخر آہستہ آہستہ آنے والی مختلف حکومتوں نے اس نظام کی پابندی کو ختم کردیا، اس کے نتیجے میں تمام اسلامی ملکوں میں سخت انتشار برپا ہوا، مسلمان شریعت اسلامی کی برکتوں سے محروم ہوتے چلے گئے اور اسی کی سزا ہے کہ آج انکو ظالمانہ سرمایہ داری، پُرفریب سوشلزم اور انتہاپسندانہ وغیر متوازن کمیونزم کا مزا چکھنا پڑ رہا ہے۔
یہ ایک بڑی سچائی ہے کہ اسلام کا کامل تصور بغیر جماعت اور امارت کے ممکن نہیں، زندگی کے ہر شعبہ میں ایک مسلمان کے لیے اجتماعیت سے محرومی اور انتشار میں مبتلا رہنا بہت بڑا نقصان اور دینی ودنیوی خسران کا سبب ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا: ﴿لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة إلا بامارة﴾ جب جماعت اور امارت قائم ہوگی تو ان شاءاللہ پوری امت پر اللہ کی خاص رحمت کا نزول ہوگا، ارشاد نبوی ہے: ید اللہ علی الجماعۃ۔
لہذا وہ علاقے اور خطے جہاں اسلامی نظام امارت قائم نہیں، وہاں کے مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ نظام امارت قائم کریں اور اپنے میں سے کسی ایک لائق شخص کو امیر منتخب کرلیں، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری نے لکھا ہے:
﴿اما فی بلاد علیها ولاة الكفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمعة والأعياد ويصير القاضی قاضيا بتراضی المسلمين ويجب عليهم طلب وال مسلم﴾۔
جب امارت شرعیہ قائم ہوجائے جیسا کہ الحمدللہ صوبہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ وغیرہ میں قائم ہے تو اس کے تحت فوری طور پر بیت المال کا شعبہ قائم کیا جائے، جس میں کام کرنے والے عاملین کی ایک بڑی تعداد ہو۔ وہ لوگوں سے زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ مثلاً عشرہ وغیرہ وصول کریں اور بیت المال کے ذریعہ اسکے صحیح مصارف میں خرچ کیا جائے۔

زکوۃ کی تقسیم کہاں کی جائے:

زکوۃ کا مصرف کیا ہے؟ اور زکوۃ کی تقسیم کن لوگوں کے مابین ہونی چاہئے اس کیلئے خود اللہ تعالی نے سورہ براۃ میں واضح حکم نازل فرمایا۔ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِی سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (توبہ: ۶۰) صدقات واجبہ تو صرف غریبوں محتاجوں اور ان کارکنوں کے لئے ہیں، جو اس کام پر مقرر ہیں، نیز ان کا جنکی دلجوئی مقصود ہے، اور صدقات کو صرف کیا جائے گردنوں کے چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی امداد میں، یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔
حاصل یہ ہے کہ صدقات کرنے والے کو اختیار نہیں کہ اپنی پسندیدگی سے اس کیلئے مصرف تجویز کرے اور اس میں خرچ کرے؛ بلکہ اللہ تعالی نے اسکے لئے خود مصرف مقرر فرمادیا ہے اور طے فرمادیا ہے کہ ان مدات کے سوا ان کو دوسری جگہ خرچ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ آیت میں کل آٹھ مصارف بیان ہوئے، یہ منصوص مصارف، زکوۃ کے حکم کے ساتھ دائمی ہیں؛ البتہ مؤلفۃ القلوب کے بارے میں اکثر علماء، ائمہ اور فقہاء کا خیال ہے کہ اسلام کی اشاعت اور غلبہ کی وجہ سے اب ان کے حصہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس سلسلے میں قاضی ابوبکر ابن العربی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اگر اسلام کو غلبہ واقتدار حاصل ہو تو ضرورت نہیں، لیکن اگر اس کی ضرورت محسوس کی جائے تو ان کو اسی طرح دینا چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے۔۔ قاضی ابوبکر کی اس رائے کو علامہ مناظر احسن گیلانیؒ، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور دیگر علماء نے پسند فرمایا ہے۔
مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ بالاتفاق زکوۃ کا مصرف ہیں، بعض علماء انہیں ابن سبیل میں اور بعض انہیں فی سبیل اللہ یا فقراء ومساکین میں داخل مانتے ہیں۔ ان طلبہ کے لئے ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مدارس اسلامیہ کی طرف سے زکوۃ کی وصولی کا انتظام ہوتا ہے، اور زکوۃ کی وصولی کا کام مدرسہ کے اساتذہ، سفراء اور مبلغین انجام دیتے ہیں؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم کا نوے فیصد حصہ مدارس پر خرچ ہوتا ہے اور مدارس کا اتنا عظیم ڈھانچہ زکوۃ وصدقات کی رقم پر ہی اصلاً قائم ہے۔ اور بلاشبہ یہ مدارس دین کے مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مدارس کا منتشر طور پر زکوۃ وصول کرنا اور اس کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرنا، کمیشن وغیرہ پر چندہ کروانا، شریعت اسلامیہ کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہے؛ لہذا جن صوبوں میں امارت شرعیہ کا نظام قائم ہے اور اس کے تحت بیت المال ہے۔ ان صوبوں کے مدارس کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنا انسلاک بیت المال سے کریں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو امیر شریعت کی طرف سے انہیں باضابطہ رقم کی وصولی کی اجازت دی جائے اور وہ اس کی آمد وخرچ کا حساب بیت المال میں داخل کریں، اگر ایسی صورت ہوجائے تو زکوۃ وصول کرنے والے سفراء ومحصلین "عاملین علیها" کے مصرف میں داخل ہوسکتے ہیں۔ لیکن کمیشن پر چندہ کرنا بہرصورت ناجائز رہے گا۔ جن صوبوں میں نظام امارت قائم نہیں ہے، ان میں اس نظام کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جب تک یہ نظام قائم نہ ہوجائے ارباب مدارس اس علاقے کے ارباب حل وعقد کے مشورے سے اس کام کو کرسکتے ہیں، یا اس کے لئے کوئی انجمن، تنظیم وغیرہ بنائی جاسکتی ہے جو صالح وبہترین افراد پر مشتمل ہو اور زکوۃ کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرسکے۔ آج مختلف ناموں سے غیر معتبر تنظیموں کے قیام کا ایک فیشن سا چل پڑا ہے، جو اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے امراء سے رقمیں حاصل کرتے ہیں اور من مانے طور پر جائز وناجائز مصارف میں اسے خرچ کرتے ہیں۔ ایسی انجمن، تنظیم اور فاؤنڈیشن کی قطعاً حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ ورنہ زکوۃ کے اجتماعی نظام کی جو روح ہے، وہ ختم ہوکر رہ جائے گی اور وہ انفرادی نظام کی طرح ہوجائے گا۔

بقیہ یادوں کے چراغ...................... مولانا کی ذات جتنی عالی تھی، بود وباش اور رہائش میں اسی قدر سادگی تھی، کھدر کا لانبا کرتا، جس میں گریبان کے دونوں طرف بڑی بڑی جیبیں مختلف قسم کے کاغذات سے بھری ہوتیں، سر پر کھدر کا بڑا عمامہ، داہنے ہاتھ میں موٹی سی لکڑی، بائیں میں چھوٹی اٹیچی، پاؤں میں معمولی قسم کا جوتا، اسی وضع قطع کے ساتھ مولانا بڑے بڑے سیاست داں اور زعماء سے ملتے، اپنی علمی عبقریت اور جلالت شان کی وجہ سے سب کی بولتی بند کر دیتے، لوگ تلوار کی کاٹ دیکھ کر عش عش کرتے، غلاف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ زبان میں لکنت تھی اس لئے جب گفتگو شروع کرتے اور حصر لسانی کو توڑنے کے لئے بیچ بیچ میں "نہیں نہیں" کہتے تو ناواقف لوگ سوچتے کہ آخر یہ شخص کیوں اتنے اہم معاملہ میں لب کشائی کرتا ہے، لیکن جب جوش آتا اور پوری بات رکھ دیتے تو مجمع عش عش کرتا، ان کی ذہانت، علمی دلائل، اور حسب حال گفتگو سے بڑے بڑے مسائل چٹکیوں میں حل ہوجاتے۔ قرآن کریم کی آیات پیش کرتے، احادیث سے استشہاد کرتے، ائمہ کے اقوال کو تائید میں لاتے اور یہ سب اتنے مربوط انداز میں رکھتے، جیسے وہ اس موضوع پر برسوں سے مطالعہ کرتے رہے ہوں۔ حالانکہ ملی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کتابوں کے دیکھنے کی نوبت کم ہی آتی تھی۔ مولانا کا جو کالبد خاکی تھا، وہ تقریباً پونے چھ فٹ لمبا تھا، سانولہ رنگ، کشادہ پیشانی، ہلکی ڈاڑھی، کھڑی ناک، چوڑے ہونٹ، محبت سے مخمور متوسط آنکھیں، نرم ریشمی بال، اس ہیولہ میں ہروقت ملت کے لئے سوچتا دماغ اور اسلامی سربلندی کے لئے بے چین دل تھا، جو مولانا کو ہر دم رواں اور پیہم جواں رکھتا تھا، تکان اور تھکن کے الفاظ گویا ان کی لغت میں تھے ہی نہیں، مسلمانوں پر کوئی افتاد آئے، دریا میں طغیانی ہو، آگ کی لپٹیں کسی آبادی کو اپنی آغوش میں لے، کسی قسم کا جھگڑا ہو، ہر وقت اور ہر موقع سے مولانا کو خبر ملتی تو دوڑ پڑتے، ہر ممکن مسائل کے حل کی کوشش کرتے، چندہ کرتے، مظلوموں کی مدد کرتے اور حالات نارمل ہونے پر ملت کے کارواں کو اسلامی انداز میں تیز کام کرنے میں جٹ جاتے، اخلاص سے کشتی رواں ہوتی اور ساحل مراد سے جا کر لگ جاتی، لیکن کشتی کی روانی سے ساحل مراد تک پہنچنے کے درمیان مولانا کو خود کرب واذیت کے کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا، اس کو کچھ انہیں کا قلب وجگر جانتا تھا جب مولانا کسی کام کا عزم کرلیتے تو اللہ کے بھروسے کام شروع کردیتے اور پھر اتنے منہمک ہوجاتے کہ گرد وپیش کی خبر نہیں رہتی، جواں سال بیٹا موت وحیات کی کشمکش میں گرفتار رہا، بار بار خبر بھیجی گئی لیکن مولانا ملی مشغولیات سے نکل کر اس وقت سرہانے پہنچے، جب حسرت کی ایک نگاہ کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا، بیٹے کے حصے میں حسرت کی وہ نگاہ بھی نہ آسکی، ملت کے مفاد کو اس طرح اپنے اوپر اوڑھ لینا کہ شخصی مفاد اور ضرورت کا خیال باقی نہ رہے۔ کچھ انہیں کا حصہ تھا، اب ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں؟
مال ودولت، سکھ، چین، آرام وآسائش، گھر، در، زمین جائیداد اور جواں سال بیٹا سب کی قربانی کا مرحلہ تمام ہوا، اور یہ فقیر بے نوا ملت کے لئے پہاڑ کاٹ کر جوئے شیر کا کام کرتا رہا ہے، فرہاد نے شیریں کے لئے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا مولانا نے پوری ملت کے لئے کوہ کنی کا کام کیا، کوہ کنی کے اس جاں گسل کام نے جسم کو کمزور کردیا لیکن اس پُرعزم مجاہد نے اپنی خو نہیں چھوڑی ایک جان سلامت تھی، اس کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنا تھا، مشیت ایزدی نے اس قربانی کی زمین اس طرح تیار کی کہ چمپارن امارت شرعیہ کے کام سے جانا ہوا، وہیں سے ملیریا میں مبتلا ہوئے، پھلواری شریف لوٹنے کے بعد نو روز بخار ہی میں رہے، یہ ایام بھی فکر امارت اور ملت کی شیرازہ بندی کی تدابیر میں گزرے اور بالآخر جوئے شیر کے اس فرہاد نے ۱۷؍شوال ۱۳۵۹ء مطابق ۱۸؍نومبر ۱۹۴۰ء بروز دوشنبہ پونے پانچ بجے شام کو اپنی آخری سانسیں لیں اور پوری ملت کو سوگوار کرکے اس کے پاس چلا گیا، جس کی رضا کے لئے ساری زندگی جد وجہد کرتا رہا تھا اور اس تواضع کے ساتھ کہ ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تدفین خانقاہ مجیبیہ کے قبرستان میں ہوئی۔ اس طرح پوری زندگی جس زمین کو میدان عمل بنایا تھا اس کی خاک میں آرام فرما ہوئے۔

शिक्षा, तकनीक तथा चिकित्सा प्रबंध का संस्था — تعلیمی تکنیکی طبی انتظام کا مرکزی ادارہ — Institute of Education, Technic & Treatment

مولانا عبداللطیف ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) جامعہ نگر شکارپور

मौलाना अब्दुल्लतीफ एजुकेशनल एन्ड वेलफेयर ट्रस्ट जामेआ नगर, शिकारपुर

Maulana Abdullatif EDUCATIONAL & WELFARE TRUST Jamiah Nagar, Shikarpur

PO: DASGRAM, P.S: ABADPUR, BLOCK: BARSOI, DIST:KATIHAR, BIHAR, INDIA.PIN:855102

Mobile No. +91-7483055398 / 8618692438 Email : mewtrust72@gmail.com

Account No. 7159658957, IFSC Code: IDIB000Z502, Indian Bank, Zamira , Katihar

قارئین کرام! قوم وملت کی تعلیمی، تکنیکی اور طبی خدمات کو مفید ترین طریقوں سے انجام دینے والا ادارہ **"مولانا عبداللطیف ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ"** جامعہ نگر، شکارپور، کٹیہار (بہار) کی بنیاد مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی ہے، اس ادارہ کے ذریعہ علاقہ میں جہاں دینی وعصری تعلیم کا کام انجام پا رہا ہے وہیں نوجوانوں کو جدید تکنیک اور غریب و نادار لوگوں کے لئے طبی خدمات بھی مہیا کئے جائیں گے،، عام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ اس ادارہ کی ترقی کے لئے دعا کے ساتھ رمضان المبارک میں خصوصاً اپنے صدقات وعطیات سے نوازیں۔

مولانا حسیب الرحمٰن قاسمی

سکریٹری ایم، ای، ڈبلیو ٹرسٹ، کٹیہار

طب وصحت

روزہ اور صحت

رمضان المبارک میں روزے کی عبادت اللہ پاک کو بے حد پسند ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک وعنبر سے بھی زیادہ محبوب ہے۔روزہ دار کے لیے اللہ کے ہاں انعامات واکرام کی کوئی حد نہیں۔ روزہ دار اس عبادت سے بہت زیاہ ثواب حاصل کرتا ہے۔روزہ بہت بڑی عبادت ہے۔اس کا ثواب اور روحانی برکات سے ہر مسلمان واقف ہے۔روزہ رکھنے سے ہمارے جسم میں کئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو پورا سال جان نہیں چھوڑتی ،ایک دن بھی دوا کے بغیر گزارنا مشکل ہوتا ہے۔ اور بہت سے مرض ایسے بھی ہمیں لاحق ہوتے ہیں جو کثیر المدت یا قلیل المدت اثرات چھوڑتے ہیں۔ جب رمضان المبارک آتا ہے اور ہم اس میں روزے رکھنا شروع کرتے ہیں تو ان بیماریوں میں 40 فیصد تک افاقہ ملتا ہے۔ یہ صرف روزے کی برکت ہے۔ہم نے کئی ایک خطرناک مرض کا شکار مریضوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ پورے سال کی ترتیب بنائیں اور اس ترتیب پر ہر ماہ کچھ روزے رکھیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ سابقہ قضا روزے پورے ہوتے ہیں،دوسرا مریض کو روزہ رکھنے سے دوائیوں پر چلنے سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔اس چھوٹے سے عمل پر جس نے بھی دوام کے ساتھ روزے رکھے ہیں اس نے مرض پر قابو پایا ہے۔

بے وقت کے کھانے اور غذا میں لاپرواہی سے بھی ہم کئی ایک بیاریوں کا شکار ہوتے ہیں۔اس لیے علماء کرام وطبی ماہرین کہتے ہیں کہ افطار وسحر میں سادہ خوراک لی جائے۔مرغن، چٹ پٹے اور تیز مسالا جات کا استعمال کم سے کم کیا جائے۔روزہ رکھنے سے ایک بہت بڑا طبی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری خوراک کم ہوجاتی ہے اور ہم زیادتی خوراک سے بچ کر اس سے پیدا ہونے والے امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔سائنس اس دور میں خوراک کی زیادتی کے نقصانات بتارہی ہے لیکن اللہ پاک نے آج سے چودہ سو سال قبل قرآن پاک میں اس کی یوں تشریح فرمائی ہے: "وکلوا وشربوا انہ لا یحب المسرفین"۔(الاعراف)روزہ دار جب اپنی خوراک میں اعتدال برتتا ہے تو اس کی صحت پر دیرپا اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔دیکھا گیا ہے کہ سارا سال بیماریوں سے پریشان رہنے والے افراد رمضان المبارک میں مکمل صحت مند نظر آتے ہیں۔اس لیے کہ روزہ کی برکت سے خوراک میں کمی واقع ہوتی ہے جس سے مرض میں کمی ہوجاتی ہے۔

جو لوگ بسیار خوری کی لت میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے جسمانی ساخت میں بہتری کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم مسلمانوں پر روزے فرض کیے ہیں۔تاکہ گیارہ ماہ میں جو ہم نے زیادہ کھانے کی عادت بنالی ہوتی ہے اور اس بسیار خوری سے ہمارے جسم میں جن بیماریوں نے جگہ بنالی ہوتی ہے روزہ رکھنے سے ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔

روزے کے طبی فوائد کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ اشارہ فرمایا:"صوموا تصحوا"(مجمع الزوائد،کنز الاعمال)روزہ کے طبی فوائد کے ساتھ بے شمار روحانی اثرات بھی ہیں۔جو روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔روزہ دار صبر وشکر کرتا ہے،جس سے اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ آتا ہے۔روزہ دار ذہنی انتشار، بدنی خلفشار سے بچا رہتا ہے۔روزہ کے ذریعے سے انسان کی نفسیاتی تربیت ہوتی ہے۔اور روزہ دار روحانی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔روزہ دار کو رمضان المبارک میں سب سے قیمتی دولت جو ملتی ہے وہ ہر کام میں راہ اعتدال کا اختیار کرنا ہے۔روزہ رکھنے سے ہماری صحت کے ساتھ روحانی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

آج دنیا اس بات کا اقرار کررہی ہے کہ زیادتی خوردنوش سے صحت پر سخت قسم کے نقصانات مرتب ہوتے ہیں۔روزہ دار رمضان اور روزہ کی برکت سے تمام مصائب وآلام سے چھٹکارا پالیتا ہے۔

حکیم محمد سعید شہیدؒ لکھتے ہیں کہ روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض کا علاج ہے۔روزہ دار بیماریوں سے نجات پاتا ہے اور بیماریوں کے ممکنہ لاحق خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔روزے کا ایک اور طبی فائدہ یہ ہے کہ قوت مدافعت میں بڑھوتری ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہر شئی کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے"۔(الجمع الکبائر)جس طرح زکوۃ ادا کرنے سے مال پاک ہوجاتا ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے جسم تمام بیماریوں سے پاک ہوجاتا ہے۔اس کے علاوہ روزہ دار کذب،حسد،غیبت اور بغض جیسی باطنی بیماریوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔روزہ ہمیں صحت مند رکھتا ہے۔روحانی وجسمانی امراض کو دفع کرتا ہے۔ہم رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی وجہ سے ہی صحت حاصل کرتے ہیں اور طبیعت میں بشاشت اور فرحت محسوس کرتے ہیں۔روزہ رکھنے کی وجہ سے ہم روحانی وطبی امراض سے بچے رہتے ہیں۔روزہ جہاں اللہ پاک کی طرف سے بڑا ثواب ہے تو وہیں یہ صحت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ہمیں اللہ پاک سے توفیق مانگنی چاہیے کہ ہم پورے سال روزہ رکھ کر صحت مند رہیں۔

سحر و افطار میں مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا جائے ، ماہرین صحت

ماہ رمضان کے آغاز کے ساتھ ہی ماہرین صحت نے شہریوں کو مشورہ دیا ہے کہ گرمی کی حدت کے پیش نظر سحری اور افطار میں مرغن غذاؤں کے استعمال سے گریز کریں۔ماہ صیام یوں تو برکتوں کا مہینہ ہے لیکن اس ماہ میں اگر کھانے پینے میں احتیاط نہ برتی جائے تو نہ صرف بیماریاں جنم لیتی ہیں بلکہ روزے رکھنا بھی محال ہوجاتا ہے۔شہری علاقوں میں پکوڑے،سموسے، کچوریاں، جلیبیاں اور دیگر ایسی تلی ہوئی چیزوں کے علاوہ مرغن غذائیں افطار کے وقت دسترخوان پر نظر آتی ہیں تاہم ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ ایسی اشیاء کا استعمال صحت کے لیے مضر ہوسکتا ہے۔ماہرین صحت نے شہریوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ماہ رمضان میں ہلکی غذاوں کے استعمال کے ساتھ سحر وافطار میں پانی کے زیادہ استعمال پر توجہ دیں،رمضان کے موقع پر گرمی کی شدت میں اضافے کے پیش نظر پانی کم پینے کے باعث ڈی ہائیڈریشن کی شکایات سامنے آتی ہیں۔شدید گرمی اور حبس کی وجہ سے سحر وافطار میں مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا جائے ،ڈاکٹر نے روزہ داروں کو پھل اور سبزیوں کے زیادہ استعمال کا مشورہ دیا ہے۔ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ رمضان کی فیض وبرکات حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ صحت کا بھی خیال رکھا جائے۔رمضان میں جن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے،وہ پکوڑے،سموسے،کچوریاں اور تلی ہوئی اشیاء،مرغن غذائیں جیسے بریانی، کڑاہی گوشت وغیرہ،کمرشل مشروبات استعمال نہ کریں یہ زیادہ پیاس لگاتے ہیں،بیکری کی بنی تمام چیزوں سے احتیاط کریں، بازاری کھانے بالکل نہ کھائیں،زیادہ مصالحے استعمال نہ کریں،گھی اور آئل کا استعمال کم سے کم کریں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک میں ریشے دار غذائیں مثلاً چھلکے والی دالیں ،سبزیاں، چنے استعمال کریں، جو دیرپا توانائی فراہم کرتیں ہیں،افطار میں سادہ پانی پیئیں ،میٹھی اشیاء بالخصوص سافٹ ڈرنکس سے پرہیز کریں اور جتنا ہوسکے تلی ہوئی اشیاء سے گریز کریں،رمضان میں ہلکی ورزش سستی اور کاہلی کو دور بھگاتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

مسلمانوں کے لیے 1947 اور 1857 سے بدتر حالات: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کہا کہ ملک کے مسلمان اپنی مذہبی رسومات کے حوالے سے 1857 اور 1947 کے سالوں سے زیادہ مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔انہوں نے مسلمانوں بالخصوص مسلم خواتین پر زور دیا کہ وہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے خلاف کئے جارہے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں۔ مولانا رحمانی نے اپنے فیس بک پیج پر ایک ویڈیو پیغام جاری کرتے ہوئے الزام لگایا کہ انتہا پسند قوتیں ہمیں دھوکہ دینا، اکسانا اور ہمارے نوجوانوں کو سڑکوں پر لانا چاہتی ہیں۔اسی میں حجاب کا مسئلہ بھی شامل ہے، جو کرناٹک میں مسلمانوں کے لیے ایک بڑا امتحان بنا ہوا ہے۔انہوں نے کہا کہ بورڈ پہلے دن سے اس معاملے کو دیکھ رہا ہے اور اس کے لیے قانونی چارہ جوئی کررہا ہے۔اس وقت پورے ملک میں اسلام فوبیا کی لہر آئی ہوئی ہے حتی کہ ملک کی راجدھانی بھی اس کی ہوا سے محفوظ نہیں۔ براڑی میں ہندو پنچایت کا مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اپیل اور جنوبی دہلی میں نوراتری کے بہانے گوشت کی خرید وفروخت پر پابندی اس کی مثال ہے۔

حجاب تنازعہ: دانشوران، سماجی کارکنان اور ماہرین قانون کا حجاب پابندی پر تنقید

ریاست کرناٹک میں ہائی کورٹ کی جانب سے تعلیمی اداروں میں حجاب پہننے پر پابندی برقرار رکھنے کے فیصلے پر سماجی کارکنوں اور آئینی امور کے ماہرین نے تنقید کی ہے۔خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق اگرچہ ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ صرف جنوبی ریاست کرناٹک کے تعلیمی اداروں پر ہی لاگو ہوتا ہے، لیکن ناقدین کو خدشہ ہے کہ اس فیصلے کو بنیاد بنا کر مذہبی خیالات کے اظہار پر قدغن لگائی جاسکتی ہے۔حیدرآباد میں نلسار یونیورسٹی آف لا کے وائس چانسلر فیضان مصطفی نے کہا کہ ہائی کورٹ کے اس فیصلے سے مذہبی آزادی محدود ہوسکتی ہے،عدالتوں کو اس نوعیت کے فیصلے نہیں کرنے چاہییں کہ مذہب میں کیا ضروری ہے۔حجاب سے متعلق مقدمے کی سماعت کے دوران ریاست کی طرف سے عدالت میں پیش ہونے والے کرناٹک کے ایڈوکیٹ جنرل پرابھولنگ نوادگی نے کہا کہ اداروں کے نظم وضبط کو انفرادی پسند یا ناپسند پر برتری حاصل ہونی چاہیے ورنہ افراتفری برپا ہوگی۔عدالت کے فیصلے سے قبل 700 سینئر وکلا اور سماجی کارکنوں نے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کو لکھے گئے ایک کھلے خط میں حجاب کے خلاف پابندی کی مخالفت کی تھی۔خیال رہے کہ حجاب پر تنازع گزشتہ دنوں جنوری میں شروع ہوا تھا جب ریاست کرناٹک کے شہر اڈوپی کے ایک سرکاری سکول میں ان طلبہ کو کلاس رومز میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا جنہوں نے حجاب پہنا ہوا تھا۔اسکول کے عملے کا کہنا تھا کہ حجاب پہننا اسکول کے ضابطہ لباس کی خلاف ورزی ہے۔

کورونا وائرس کے نئے ویریئنٹ XE کا پہلا کیس ممبئی میں

کوویڈ 19 کے اومیکرون کے نئے قسم کا پہلا کیس ممبئی میں پایا گیا ہے۔یہاں Omicron کے XE ویریئنٹ کا پہلا کیس درج کیا گیا ہے۔اسی وقت، Omicron کے کپا ویریئنٹ کا کیس بھی ملا ہے۔جن 376 نمونوں کی جانچ کی گئی ان میں سے 230 ممبئی کے رہائشی ہیں۔تاہم، نئے قسم سے متاثرہ مریضوں میں کوئی سنگین علامات نہیں دیکھی جارہی ہیں۔ممبئی میں ان 230 مریضوں میں سے 21 کو اسپتال میں داخل ہونا پڑا۔جن مریضوں کو ویکسین کی صرف پہلی خوراک ملی تھی ان میں سے کوئی بھی ہسپتال میں داخل نہیں ہوا تھا۔ان لوگوں میں سے جنہوں نے ویکسین کی دونوں خوراکیں لیں،ان میں سے 9 ہسپتال میں داخل تھے۔ویکسین کی خوراک کے بغیر 12 مریض ہسپتال میں داخل تھے۔ہسپتال میں داخل 21 مریضوں میں سے کسی کو بھی آکسیجن یا انتہائی نگہداشت کی ضرورت نہیں تھی۔آپ کو بتاتے چلیں کہ حال ہی میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ XE ویریئنٹ کورونا کے کسی بھی قسم سے زیادہ متعدی ہوسکتا ہے۔XE BA'1 اور BA 2 Omicron کا ایک 'دوبارہ پیدا کرنے والا' تغیر ہے۔"ریکومبینٹ' میوٹیشن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی مریض کورونا کی متعدد اقسام سے متاثر ہوتا ہے۔

Volume:62/72,Issue:15 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

الگ بیٹھے تھے پھر بھی آنکھ ساقی کی پڑی ہم پر
اگر ہے تشنگی کامل تو پیمانے بھی آئیں گے
(مجروح سلطان پوری)

امارت شرعیہ کے مخلصین و معاونین ، نقباء اور اہل خیر مسلمانوں کے نام

حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کا مکتوب گرامی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مسلمانوں کی ایک باوقار دینی وشرعی تنظیم ہے، جس کے ذریعہ ملت کی وحدت واجتماعیت، مسلم معاشرہ کی اصلاح، مذہبی وآئینی حقوق کی حفاظت، تعلیم کی اشاعت، دینی وملی شعائر کی بقااور خدمت خلق جیسے امورانجام پارہے ہیں، خصوصاً ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ، مساجد ومقابر کی حفاظت وصیانت اوراس جمہوری ملک میں مسلمانوں کو ایک بیدارملت اور باوقارقوم کی حیثیت سے زندہ رکھنے، جیسے میدانوں میں جس جرأت وہمت کے ساتھ کامیاب رہنمائی کرتی آرہی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے، امارت شرعیہ کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ بیت المال ہے، جو پورے نظام امارت کے لیے، دل کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے ذریعہ تمام شعبوں کے اخراجات پورے ہوتے ہیں، اسی سے یتیموں، بیواؤں، معلمین، غریب طلبہ ونادارلڑکیوں کی شادی میں امداداور دوسرے ضرورت مندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے، فرقہ وارانہ فسادات، قدرتی حادثات، آفات، سیلاب وآتشزدگی کے موقع پرمصیبت زدہ لوگوں کی امدادبھی اسی سے کی جاتی ہے اوردین وملت کے مختلف کاموں میں بیت المال ہی سے رقمیں خرچ کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ خدمت خلق کے لیے مولانا سجادمیموریل اسپتال قائم ہے، جس میں آؤٹ ڈور، میٹرنٹی ہوم، جانچ گھر، الٹراساؤنڈاورایکسرے کی سہولت کے ساتھ ساتھ دانت، ناک، آنکھ، کان اور ہڈی کے شعبے الگ الگ قائم ہیں، ٹی بی کے مریضوں کا مکمل علاج مفت کیا جاتا ہے، مختلف مقامات پرآنکھوں کی جانچ اور دیگر امراض کے علاج کے لیے کیمپ لگائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ کینسراور دوسرے مہلک مرض سے متعلق لوگوں میں بیداری پیدا کرنا اس اسپتال کا خاص کام ہے۔ پھلواری شریف کے علاوہ کرینسنٹ ہیلتھ کیئرسنٹر برلامندرروڈ پٹنہ، اورامارت ہیلتھ سنٹر راور کیلا میں قائم ہیں، جن سے ہزاروں غریب وبے سہارامریضوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے، اس کے علاوہ کئی مقامات پر ہاسپٹل کے قیام کی منصوبہ بندی ہورہی ہے، اور بعض جگہوں پر ہاسپٹل کی تعمیر کا کام چل رہا ہے، اس سال جاڑے کے موسم میں ہزاروں افراد کے درمیان کپڑے اور کمبل تقسیم کیے گئے، جس سے لوگوں نے راحت محسوس کی، بہار کے کئی اضلاع کے متعدد مواضعات میں آتشزدگی سے عظیم تباہی ہوئی، متاثرہ مقامات پرراحت رسانی کا کام کیا گیا، ماب لنچنگ کے شکارکئی گھرانوں کی مالی مدد کی گئی اور بعض مقدمہ کی پیروی کورٹ میں باضابطہ کی جارہی ہے، جس میں بہت بڑی رقم بیت المال سے خرچ کی گئی، پھلواری شریف کے علاوہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مختلف اضلاع میں قائم ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ذریعہ ہرسال سیکڑوں نوجوانوں کو باروزگار بنایا جاتا ہے، سیکڑوں دینی مکاتب قائم ہیں، جن کے اخراجات امارت شرعیہ پورا کرتی ہے، یہ مکاتب بنیادی دینی تعلیم کی خدمات انجام دے رہے ہیں، موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امارت شرعیہ نے سی بی ایس ای طرز کے دو اسکول امارت پبلک اسکول کے نام سے گذشتہ سالوں میں رانچی اور گریڈیہہ میں شروع کرائے، جب کہ دواسکول پہلے سے قائم ہیں، ایک پلس ٹو (2+) رہائشی ہائی اسکول کا سنگ بنیادبھی اربا، رانچی میں رکھا گیا ہے، اس کے علاوہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں دینی مکاتب اور معیاری عصری اداروں کے قیام کی تحریک جاری ہے، تعلیمی سال 23-2022 میں متعدد مقامات پر کئی نئے اسکول اپنا کام شروع کردیں گے، جس میں کٹیہار، پورنیہ، اربا رانچی اور کٹک شامل ہیں، تحفظ اردو کے سلسلہ میں بھی تحریکی انداز میں جدوجہد ہورہی ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے حالیہ دنوں میں دارالقضاء کا نظام وسیع ہوا ہے اور کئی نئے دارالقضاء قائم ہوئے ہیں، المعہد العالی جیسا ادارہ قائم ہے، جس سے ہرسال علماء افتاء وقضاء کی تربیت پاتے ہیں، یہ پورے ملک کی سطح پر اپنی نوعیت کا مثالی ادارہ ہے، اس سے تربیت پانے والے علماء ملک کے مختلف مقامات پر اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، عربی دینی تعلیم کے لیے دارالعلوم الاسلامیہ قائم ہے، جس میں دورۂ حدیث (فضیلت) تک تعلیم دی جاتی ہے۔ مدارس اسلامیہ میں معیاری تعلیم اور نصاب ونظام تعلیم، نیز امتحان میں یکسانیت لانے کے لیے وفاق المدارس الاسلامیہ قائم ہے، بنیادی دینی تعلیم کے مکاتب کی تحریک زوروں پر چل رہی ہے، اس سال پچاس کے قریب خودکفیل ماتب دینیہ امارت شرعیہ نے قائم کئے ہیں، قبل سے سو سے زائد مکاتب کا وظیفہ امارت شرعیہ سے جاری ہے، نیز مرکزی دفتر اور ذیلی دفاتر کی تعمیر وتوسیع کا کام بھی مسلسل جاری ہے، کئی نئے منصوبوں کا اس سال آغاز ہورہا ہے، اور یہ سارے کام محض اللہ کی مدد اور اس کے نیک بندوں کے تعاون سے انجام پاتے ہیں، شعبہ جات کی وسعت وترقی اور کاموں کے پھیلاؤ سے اخراجات کافی بڑھ گئے ہیں، اس وقت امارت شرعیہ کا سالانہ بجٹ نوکروڑ چورانوے لاکھ پینسٹھ ہزار (9,94,65,000) روپئے کا ہے، جب کہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، اسپتال، المعہد العالی، دارالعلوم الاسلامیہ، وفاق المدارس الاسلامیہ وغیرہ کا بجٹ اس کے علاوہ ہے، ضرورت ہے کہ رمضان شریف کے مبارک مہینہ میں ہمدردان ونقباء امارت شرعیہ اور ملک میں پھیلے ہوئے اہل خیر حضرات اس ادارہ کی طرف بھرپور توجہ فرمائیں، گراں قدر مالی تعاون کے ذریعہ اس کی ترقی واستحکام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے عطیات، زکوٰۃ وصدقات اور فطرہ وعشر کی رقوم بیت المال امارت شرعیہ کے پتہ پر ارسال فرما کر اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ -- والسلام

(احمد ولی فیصل رحمانی)

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988
Scanned with CamScanner